ہفت روزہ

ترجمانِ اسلام

لاہور

بیاد

حضرت مولانا مفتی محمودؒ

شمارہ ۳۷

۱۱ ذی قعدہ تا ۱۷ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ

۱۱ ستمبر تا ۱۷ ستمبر ۱۹۸۱ء

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسہ

حضرت مولانا

مفتی محمود

نام بھی محمود تھا اور کام بھی محمود تھا
ابتدا محمود تھی انجام بھی محمود تھا

زندگی راہِ شریعت میں گزاری آپ نے
سوچ مستحسن تھی ہر اقدام بھی محمود تھا

دلربا اخلاق تھا اور جانفزا عادات تھیں
ہر ادا محبوب تھی ہر گام بھی محمود تھا

واجب التکریم ہیں ان کے ہزاروں جاں نثار
جاں نثاروں کا یہ دِل آرام بھی محمود تھا

چل بسا قرآن کی تعلیم فرماتا ہُوا
مردِ مومن کو اجل کا جام بھی محمود تھا

جنّت الفردوس میں وہ شاد ہے آباد ہے
ربِّ کعبہ کا اسے انعام بھی محمود تھا

نورؔ میں تو شوق سے حلقہ بگوش اس کا رہا
اس کا حلقہ بھی حسیں تھا دام بھی محمود تھا

مولانا نور الدین صاحب نورؔ

ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور پاکستان

جلد ۲۴ شمارہ ۳۷

جمعۃ المبارک ۱۱ ذیقعدہ تا ۱۷ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ

سرپرست
حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی مدظلہ

نگران اعلیٰ
حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مدیر
ابو عمار زاھد الراشدی

مدیر معاون
زاھد حامد شہری

چیف رپورٹر
راؤ منور احمد خاں

بدل اشتراک
سالانہ : ۶۵ روپے
ششماہی : ۳۳ روپے
سہ ماہی : ۱۷ روپے

رابطہ کے لیے
ہفت روزہ "ترجمان اسلام" رنگ محل لاہور
یکے از مطبوعات نظام العلماء پاکستان

کچھ سنسر شپ کے بارے میں

صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے گذشتہ روز کراچی میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ

"اس بات کا امکان موجود ہے کہ سنسر شپ اٹھالی جائے لیکن وہ اس کے اٹھائے جانے کا وقت نہیں بتا سکتے۔

انہوں نے کہا کہ سنسر شپ کو معقول حد تک نرم کر دیا گیا ہے اور اس کا اطلاق چند مخصوص چیزوں پر ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے صحافی نفسیاتی طور پر اسے محسوس کرتے ہوں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسکا اطلاق بہت کم ہوتا ہے۔" (نوائے وقت ۲ ستمبر ۱۹۸۱ء)

سنسر شپ کے بارے میں سنسر کے قواعد اور حدود کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہم ان کالموں میں متعدد بار اظہارِ خیال کر چکے ہیں اور اب بھی ہماری دو ٹوک رائے یہی ہے کہ سیاسی مصالح اور تقاضوں سے قطع نظر خود ان مقاصد کے لئے بھی سنسر شپ کی طوالت مثبت نتائج پر منتج نہیں ہو رہی جو مقاصد سنسر شپ کے نفاذ کے وقت حکومت کے پیشِ نظر تھے کیونکہ سنسر شپ اور قدغنوں کا تسلسل بالآخر انہی عناصر کے لئے فائدہ مند ثابت ہوتا ہے جو زیر زمین کام کرنے کے عادی ہیں اور ظاہر بات ہے زیر زمین سرگرمیاں نہ تو محبِ وطن عناصر سے ظہور میں آتی ہیں اور نہ ہی حب الوطنی اُن کی متحمل ہوتی ہے۔

محبِ وطن عناصر کی سب سے بڑی مجبوری یہ ہے کہ نہ تو ابلاغ کے بین الاقوامی ذرائع کی مصلحتیں ان کے نقطۂ نظر کی اشاعت کو قبول کرتی ہیں اور نہ ہی قومی پریس میں انہیں مناسب جگہ ملتی ہے جبکہ اس کے برعکس تخریب کار عناصر کی سرگرمیوں کو بین الاقوامی پریس بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے اور سنسر کی باعث صحیح خبریں سامنے نہ آنے کی وجہ سے باہر سے نشر ہونے والی خبریں اور تبصرے ذہنوں میں جگہ بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اس امر کا تجربہ مختلف مواقع پر عملاً ہو چکا ہے اور غالباً انہی تجربات

کی بنا پر حکومت سنسر شپ اٹھانے پر اصولی طور پر تیار نظر آتی ہے۔ ہماری گذارش یہ ہے کہ جب ایک اچھی بات کا فیصلہ اصولی طور پر کر لیا گیا ہے تو اس میں تاخیر نہ کی جائے اور قومی پریس اور محبِ وطن عناصر کو اس بات کا موقع دیا جائے کہ وہ ملک و قوم کو درپیش مسائل و مشکلات کے سلسلہ میں اپنا نقطۂ نظر آزادانہ طور پر پیش کرتے ہوئے رائے عامہ کی صحیح راہنمائی کا فرض سرانجام دے سکیں۔

مولانا عبدالکریم کی گرفتاری

صوبہ سندھ کے معروف روحانی پیشوا اور نظام العلماء پاکستان کے مرکزی نائب امیر حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مدظلہ' آف بیر شریف ضلع لاڑکانہ گذشتہ دنوں حراست میں لے لئے گئے۔ ان کی گرفتاری کی وجہ ایک تقریر بیان کی جاتی ہے جس میں انہوں نے کچھ دینی معاملات میں حکومت سے وضاحت چاہی ہے۔ ہم اس موقع پر تفصیلات میں جائے بغیر مختصراً یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ مولانا عبدالکریم صاحب مدظلہ' جیسی شخصیت کی گرفتاری کا فیصلہ کرنے سے پہلے حکومت کو سارے پہلوؤں پر سوچ لینا چاہیئے تھا۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ ضلعی انتظامیہ نے یہ اقدام اعلیٰ حکام کو اعتماد میں لئے بغیر اٹھایا ہوگا ورنہ شاید اس کی نوبت نہ آتی۔

مولانا عبدالکریم صاحب نے اہم دینی امور میں جو وضاحت چاہی ہے اس پر چیں بہ چیں ہونے کی بجائے سیدھے سادے الفاظ میں وضاحت کر دینا ہی مثبت اور صحیح ردعمل تھا۔ اس سے نہ شکوک و شبہات جنم لیتے اور نہ حکومت پر ایک سرکردہ عالم دین اور روحانی پیشوا کی گرفتاری کے فیصلہ کا بار ہوتا ہے۔ اب بھی ہماری گذارش یہ ہے کہ حکومت اپنے اس فیصلہ پر نظر ثانی کرے اور مولانا عبدالکریم صاحب مدظلہ' کی بلا تاخیر رہائی کے احکامات صادر کئے جائیں۔

اور ایک نظر ترجمان اسلام کی طرف بھی

ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور نظام العلماء پاکستان کا سرکاری آرگن ہے اور اس پرچہ نے علماء حق کے اس عظیم قافلے کی سرگرمیوں کی اشاعت، نقطۂ نظر کی ترجمانی اور نظم و ضبط کے تسلسل کو قائم رکھنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے اور اب بھی تمام تر مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود حتی المقدور کر رہا ہے

ترجمان اسلام اوّل و آخر ایک جماعتی آرگن ہے جسے جماعت کی پالیسی اور افکار کے دائرہ میں رہتے ہوئے اپنا سفر جاری رکھنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے دوسرے ہفت روزہ جریدوں کی طرح مارکیٹ کا پرچہ نہیں بنایا جا سکتا ورنہ مارکیٹ کے تقاضے پورے کر کے ترجمان اسلام بھی دوسرے جریدوں کی طرح اپنے لئے وسائل و ذرائع پیدا کر سکتا ہے، لیکن اس کی مجبوری یہ ہے کہ وہ فکر و نظر اور پالیسی* کے معاملہ میں جماعتی حدود اور دائرہ سے تجاوز نہیں کر سکتا اور اسے بہرحال اوّل و آخر ایک جماعتی آرگن کے طور پر ہی اپنا کردار سرانجام دینا ہے

ترجمان اسلام کی آمدن کا تمام تر دارومدار اس کی فروخت یا محدود جماعتی حلقہ کے اشتہارات پر ہے جن کے سہارے یہ جریدہ کچھ عرصہ سے اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے، لیکن اس سلسلہ میں تازہ صورت حال یہ ہے کہ ایجنٹ حضرات کی بے توجہی کے باعث کم و بیش پچاس ہزار روپے ایجنٹوں کے ذمہ ہیں اور اشتہارات کا سلسلہ بھی ادارہ کے سفری نمائندوں کی دیگر مصروفیات کی وجہ سے کم و بیش معطل ہے اور پرچہ اپنے واجبی اخراجات بھی قرض کی مد سے پورے کر رہا ہے۔

ہم اس سلسلہ میں نظام العلماء پاکستان کے ہر سطح کے راہنماؤں، ایجنٹ حضرات اور ادارہ کے بہی خواہوں سے یہ عرض کریں گے کہ اگر پرچہ کی اشاعت کے تسلسل کو باقی رکھنا ہے تو واجبات کی ادائیگی اور اشتہارات کے سلسلہ میں فوری توجہ فرمائیں ورنہ اگر خدانخواستہ آپ کا یہ جریدہ اپنا سفر جاری نہ رکھ سکا تو.......

ہفتہ رفتہ و گذشتہ — زاہد بلند شہری

○— بیگن کی حکومت ٹوٹ جائے گی؟

○— ایران میں بایاں بازو کیا کر رہا ہے۔

اس ہفتہ کے ابتداء میں اسرائیلی حکومت میں شریک ایک مذہبی جماعت نے یروشلم کے قریب اس مقام پر شدید مظاہرہ کیا جہاں بیگن انتظامیہ کھدائی کرانے میں مصروف ہے۔ اس جماعت کے سرکردہ رہنماؤں کا کہنا ہے کہ ان کی مذہبی کتابوں کے مطابق اس جگہ کسی زمانے میں قدیم قبرستان تھا۔ اس وجہ سے یہ سب سے زیادہ مقدس جگہ ہے۔ اس کھدائی سے بقول ان کے مقامات مقدسہ کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ ادھر بیگن انتظامیہ کی طرف سے کھدائی کے لئے مامور کئے گئے نگران وزیر نے احتجاج کے باوجود کھدائی بند کرانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ عدالتی فیصلے پر کھدائی بند ہو سکتی ہے۔

کسی قوم کو اپنے مقامات مقدسہ کی حرمت بہت عزیز ہوتی ہے اور یہ قوموں کی فطرت میں شامل ہوتا ہے، لیکن یہود و نصاریٰ نے کبھی دوسروں کے مقامات مقدسہ کی حرمت کا خیال نہیں کیا۔ مثال کے طور پر کئی واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں۔ سب سے بڑا واقعہ تو مسجد اقصیٰ میں آتشزدگی کا ہے جو خود اسرائیلی حکومت کی شہ پر آسٹریلیا کے ایک شخص نے لگائی تھی، جسے مخبوط الحواس کہہ کر بری کر دیا گیا تھا۔ ہسپانیہ کی تاریخ مسلمانوں کے مقامات مقدسہ کی بے حرمتی سے پُر ہے۔ یہود و نصاریٰ کو اپنے مقامات مقدسہ انتہائی عزیز تھے۔ لاکن ان کے مقامات مقدسہ ہمارے لئے اتنے ہی قابل احترام ہیں جتنے کہ خود ان کے لئے، لیکن ان دونوں قوموں میں وسعت نظری کی بجائے پرانا بغض ہے۔ احتجاج کے طور پر جس جماعت نے بیگن حکومت کے خلاف مظاہرہ کیا ہے وہ ان تین جماعتوں میں سے ایک ہے جنہوں نے بیگن کو حکومت بنانے میں "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" کے مصداق مدد دی تھی اور اب یہ جماعتیں جب چاہتی ہیں اپنا کوئی نہ کوئی مطالبہ منوا لیتی ہیں۔ بیگن انتظامیہ کو پارلیمنٹ میں صرف ایک رکن کی برتری حاصل ہے۔ مذکورہ جماعت کے پارلیمنٹ میں تین ارکان ہیں۔ ان تین کے علیحدہ ہونے سے بیگن کی وزارت ختم ہو جائے گی، تاہم بیگن کوشش کر رہے ہیں کہ ان جماعتوں کو خوش رکھیں کیونکہ تینوں جماعتوں نے کھدائی بند نہ کرانے پر بیگن کی حمایت واپس لینے کی دھمکی دی۔ لیکن صدر سادات سے بات چیت کے بعد بیگن نے حسن اطمینان کا اظہار کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موصوف نے صدر سادات سے کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کے سلسلے میں کوئی اہم نکتہ منوا لیا ہے۔ بہر حال اب بیگن وزارت کا ٹوٹنا نہ ٹوٹنا بیگن کی واشنگٹن یاترا پر منحصر ہے، کیونکہ بیگن اپنے آقاؤں کو ناراض نہیں رکھ سکتے اور جب تک بیگن امریکی پالیسی پر عمل پیرا رہیں گے وہ تینوں جماعتیں بھی بدستور ان کی حمایت کرتی رہیں گی اور بیگن کو ان کے ہر مطالبہ پر سرِ تسلیم خم کرنا پڑے گا۔

⁂ ⁂ ⁂

اس ہفتہ انتہائی افسوسناک واقعہ رونما ہوا۔ یہ واقعہ ایران کے وزیر اعظم جواد باہنر اور صدر محمد علی رجائی کے علاوہ تین اور سینئر ارکان حکومت کی ہلاکت ہے۔ صدر اور وزیر اعظم سپریم ڈیفنس کونسل کے اجلاس میں شریک تھے کہ عمارت میں آگ لگانے والے بم کا زبردست دھماکہ ہوا اور آگ نے تمام عمارت کو شعلوں کی لپیٹ میں لے لیا۔ اس دھماکے میں صدر اور وزیر اعظم موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔ بتایا جاتا ہے کہ دونوں کے جسموں میں بموں کے ٹکڑے گھس گئے اور وہ ملبے میں دب گئے۔

اس اندوہناک واقعہ سے ایران میں جس شدید ردعمل کا اظہار ہوا ہے وہ فطری ہے۔ دھماکہ سے چار دن قبل ایرانی حکومت نے اعلان کیا تھا کہ کچھ ایسی دستاویز برآمد ہوئی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ کئی مذہبی رہنماؤں بشمول آیت اللہ خمینی قتل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ اس دھماکہ کی ذمہ داری بائیں بازو کی جماعت مجاہدین خلق نے لے لی ہے۔ ادھر مجاہدین خلق کے لیڈر مسعود رجادی نے اس دھماکہ کے ذمہ دار افراد کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ آیت اللہ

خمینی پر عدالت میں مقدمہ چلا جائے گا۔

افسوس کہ ہمارے برادر ہمسایہ ملک میں طویل عرصہ سے قائم خانہ جنگی کی یہ کیفیت ختم ہونے میں نہیں آرہی بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کیفیت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اس صورتحال سے توقعات کے برعکس کمیونسٹ عناصر فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اب اس دھماکے سے تو ان کے باقاعدہ ملوث ہونے کا ثبوت مل گیا ہے۔

عام خیال یہ ہے کہ تشدد کی مخالفانہ کارروائیاں اس وقت تک جاری رہیں گی جب تک ایران میں سرکاری طور پر بزعم خویش "مجرموں کو سزا" دینے کا لامتناہی سلسلہ جاری رہے گا کیونکہ مخالف گروپ مجرم کو سزا ملنے کے چند گھنٹے بعد ہی جوابی کارروائی کے طور پر دھماکہ کرتے ہیں یا براہ راست کسی مقتدر شخصیت کو نشانہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

تاہم آیت اللہ خمینی کے تازہ ترین بیان سے اس بات کی امید ہو چلی ہے کہ ایران میں سزائیں دینے کا یہ سلسلہ کم ہو جائے گا اور اس سلسلے کے کم ہوتے ہی ہمیں امید ہے کہ مخالف گروہ بھی اپنی کارروائیاں بند کر دیں گے۔

اگر یہی حکم آیت اللہ الخمینی انقلاب کے روز اول ہی جاری کر دیتے تو ہمارے خیال میں ایران تباہی و بربادی کے دہانے تک نہ پہنچتا اور باقاعدہ حکومت ہوتے ہوئے بھی افراتفری اور ہر شخص کی اپنی حاکمیت کا یہ سلسلہ کبھی پیدا نہ ہوتا۔ انقلاب ایران سے جہاں طاغوتی طاقتوں کے ایوانوں میں بھونچال آگئے تھے وہاں اسلامی دنیا کو بھی ڈھارس بندھی کہ ملت اسلامیہ صحیح ڈھب پر آتی جا رہی ہے۔

لیکن ایران کے موجودہ حالات نے ان طاقتوں کو ہنسنے اور مضحکہ اڑانے کا موقعہ دیا ہے۔ یورپی اخبارات ٹیلی ویژن کے علاوہ ہمارے ہمسایہ ملک کے ٹیلیویژن و اخبارات میں بھی ایرانی انقلاب اور موجودہ حالات کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔

ایرانی ارباب حکومت کو اس بارے میں سنجیدگی سے سوچنا پڑے گا کہ سفید سامراج کے ساتھ ساتھ سرخ سامراج بھی اسلام کا ازلی دشمن ہے۔ جس "سرخ" ٹولے کے ساتھ مل کر ایرانیوں نے اسلامی انقلاب کی راہ ہموار کی تھی وہی ٹولہ انقلاب کے درپے ہے اور اقتدار اعلیٰ اپنے ہاتھ میں لینے کی پوری کوشش کر رہا ہے۔

دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ ضلع پشاور (رجسٹرڈ)

صوبہ سرحد کا قدیمی دینی ادارہ ہے جو گذشتہ اکتیس (۳۱) سال سے دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

دارالعلوم حکومت پاکستان سے رجسٹرڈ شدہ اور محکمہ تعلیم سے منظور شدہ ہے نیز دینی مدارس کی تنظیم وفاق المدارس سے بھی وابستہ ہے۔ دورہ حدیث کے لئے خصوصی طور پر معقول انتظام ہے۔

دارالعلوم میں تقریباً دو صد طلبہ نو (۹) جید اساتذہ کرام کی زیر نگرانی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ طلبہ سے کسی قسم کی فیس نہیں لی جاتی بلکہ طلبہ کے قیام طعام کا دارالعلوم کفیل ہے۔

دارالعلوم میں تعمیر شروع ہے جس کا تخمینہ پانچ لاکھ روپے ہے۔

دارالعلوم کا سالانہ لازمی بجٹ دو لاکھ روپے سے متجاوز ہے۔

اہل خیر حضرات سے ہر قسم کی **امداد و تعاون** کی دردمندانہ اپیل ہے۔

المعلن: الحاج حضرت مولانا سید محمد گوہر شاہ صاحب مہتمم و استاذ حدیث دارالعلوم ہذا

افادات : شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر
ضبط و ترتیب : حافظ عبدالحق خان بشیر

اسلام اور مسئلہ ختم نبوت

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے یہ تقریر چند سال قبل گوجرانوالہ میں جمعیۃ طلباء اسلام کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے ایک تربیتی کنونشن کے دوران ارشاد فرمائی۔ ادارہ

مسئلہ ختم نبوت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد امت کو جو مسائل درپیش آنے ان میں ایک ختم نبوت کا مسئلہ بھی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسیلمہ کذاب۔ اسود عنسی۔ طلیحہ بن خویلد اور سجاح نامی ایک عورت نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

ان میں سے مسیلمہ بن کذاب کا یہ دعویٰ بھی تھا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو تسلیم کرتا ہوں۔ ان کی نبوت کا انکار نہیں کرتا ہوں۔ ان کی رسالت برحق ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میری نبوت بھی برحق ہے اور میں بھی سچا نبی ہوں۔

اس سلسلہ میں اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے سفیر بھیجے کہ ہم آپ کی نبوت پر ایمان لائے ہیں۔ آپ ہماری نبوت کو تسلیم کریں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھے سفیر کے قتل کرنے کا حکم نہ دیا گیا ہوتا تو میں یقیناً تم دونوں کو (جو سفیر بن کر آئے تھے) قتل کر دیتا۔

اور سجاح نامی عورت کا یہ دعویٰ تھا کہ نبوت و رسالت کا دروازہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مردوں پر بند کیا گیا ہے جبکہ میں عورت ہوں اور عورتوں پر یہ دروازہ بند نہیں کیا گیا، حالانکہ خدا تعالیٰ نے نبوت و رسالت کی اس مسند مقدسہ پر کسی عورت کو بٹھایا ہی نہیں کیونکہ عورت فطری طور پر ناقص العقل ہے جبکہ منصب نبوت کے لئے کامل العقل ہونا لازمی ہے اور دنیا میں بہت کم عورتیں کامل العقل پیدا ہوئی ہیں۔ اسی لئے شریعت اسلامیہ میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی برابری کو روا رکھا گیا ہے۔ عورت مرد کے نصف کی حقدار ہے خواہ اس کا تعلق شہادت کے ساتھ ہو یا وراثت کے ساتھ۔ شہادت میں جہاں ایک مرد کی گواہی کافی سمجھی جاتی ہے وہاں دو عورتوں کی گواہی ضروری ہوگی اور وراثت میں دو عورتوں کے لئے وہ حصہ ہوگا جو ایک مرد کے لئے ہے۔

عورت نبی ہو سکتی ہے یا نہیں یہ ایک الگ بحث ہے کیونکہ بعض کے نزدیک ہو سکتی ہے اور بعض کے نزدیک نہیں۔ لیکن یہ اتفاقی مسئلہ ہے کہ عورت نبی ہوئی نہیں۔ سجاح کا دعویٰ یہ ہے کہ عورت کے لئے نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ عورت کے ناقص العقل ہونے کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے نبوت کا دروازہ عورت کے لئے کھولا ہی نہیں اور کسی عورت کو مسند نبوت پر نہیں بٹھایا اور جب آغاز نبوت سے لے کر اختتام نبوت تک کسی عورت کو اس کا اہل نہیں سمجھا گیا تو اب کیسے روا ہو سکتا ہے؟

منکرین ختم نبوت کے خلاف

اسلام کا پہلا معرکہ

تاریخ طبری۔ سیرت ابن ہشام وغیرہ میں مذکور ہے کہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جہاں دیگر محاذ منکرین زکوٰۃ وغیرہ کے خلاف قائم کئے گئے وہاں ایک محاذ منکرین ختم نبوت کے خلاف بھی قائم کیا گیا۔

یمامہ کے مقام پر حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں اسلامی لشکر نے منکرین ختم نبوت کا محاسبہ کیا۔ اس موقع پر سات سو حفاظ قرآن شہید ہوئے اور حضرت ابو دجانہؓ نے تن تنہا چالیس ہزار کفار کا مقابلہ کیا۔

واقعہ یوں ہے کہ منکرین ختم نبوت نے قلعہ کے اندر پناہ لے لی۔ مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ کافی عرصہ گذر گیا۔ قلعہ سر نہیں ہو رہا تھا اور قلعہ کی فوجیں شکست تسلیم

کرنے پر آمادہ نہ تھیں۔ حضرت ابو دجانہ رضؓ نے امیر لشکر سے التجا کی کہ ایک لمبی اور مضبوط لکڑی کے ساتھ ٹوکرا باندھ کر مجھے اس میں بٹھایا جائے اور قلعہ کے اندر پھینک دیا جائے۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو اسی ترکیب سے قلعہ کے اندر پھینک دیا گیا۔ آپ تلوار ہاتھ میں لے کر کفار پر ٹوٹ پڑے اور حملے شروع کر دیئے۔ کفار میں افراتفری پھیل گئی۔ انہوں نے بھی تلوار چلانی شروع کر دی لیکن ان کی تلواریں آپس میں ہی ایک دوسرے کو کاٹتی رہیں۔ قلعہ میں شور و غل برپا ہو گیا کہ اسلامی لشکر قلعہ میں داخل ہو چکا ہے۔ انہوں نے قلعہ کے دروازے کھول دیئے اور اس طرح مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔

مسئلہ ختم نبوت قرآن پاک کی نص قطعی سے ثابت ہے

یہ مسئلہ قرآن پاک کی نص قطعیہ سے ثابت ہے اور اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن پاک کی نص قطعی کا انکار کفر ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے،

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سلسلہ نبوت ختم کرنے والے ہیں۔

آیت خاتم النبیین کا شان نزول

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے متبنّیٰ بیٹے (کسی سے لے کر پالا ہوا) کی بیوی سے اس طرح نکاح حرام سمجھتے تھے جس طرح کہ حقیقی بیٹے کی بیوی سے نکاح حرام ہے۔ حضرت زید بن حارثہ رضؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ آپؐ نے انہیں اپنے بیٹوں کی طرح پالا اور رکھا تھا آپؐ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت زید رضؓ سے کر دیا، لیکن دونوں کا آپس میں نباہ نہ ہو سکا۔ اور یہ طبیعت کی بات ہے۔ بسا اوقات میاں بیوی کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں جس کے باعث دونوں کا نبھا مشکل ہوتا ہے۔ کچھ یہی صورت حضرت زیدؓ اور حضرت زینب رضؓ کو پیش آئی۔ طلاق تک نوبت پہنچی حضرت زید رضؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔ طلاق کے بعد جاہلیت کی اسی رسم جاہلانہ کو ختم کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کے حکم سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضؓ سے نکاح کر لیا۔

کفار و مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا اور خوب شور و غل برپا کیا کہ محمدؐ نے اپنے بیٹے کی مطلقہ بیوی کے ساتھ نکاح کر لیا ہے جو کہ حرام ہے۔ کفار کے اسی اعتراض اور پروپیگنڈہ کے جواب میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس آیت کریمہ کا نزول ہوا کہ محمدؐ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مبارکہ

مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے مرد کی تعریف یہ کی ہے کہ جو بلوغت کو پہنچ جائے یعنی بالغ ہو جائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے تو تھے جن کی تعداد کے بارے میں تاریخ میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک دو ہیں۔ بعض کے نزدیک چار ہیں۔ بعض کے نزدیک پانچ ہیں اور بعض کے نزدیک چھ ہیں۔ لیکن دو یقینی ہیں یعنی قاسم اور ابراہیم ان کے علاوہ تاریخ میں طالب۔ طیّب طاہر اور عبداللہ کا نام بھی ملتا ہے۔

آپؐ کی بیٹیاں بالاتفاق چار ہیں۔ حضرت زینب رضؓ۔ حضرت ام کلثوم رضؓ۔ حضرت رقیہ رضؓ۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ۔ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضؓ پہلے ابوجہل کے دونوں بیٹوں کے عقد میں تھیں۔ جب انہوں نے ان دونوں کو طلاق دے دی تو حضرت رقیہ رضؓ کی شادی حضرت عثمان غنی رضؓ کے ساتھ اور حضرت ام کلثوم رضؓ کی شادی حضرت ابوالعاص بن ربیعؓ کے ساتھ کر دی گئی۔ حضرت رقیہ رضؓ کی وفات کے بعد حضرت زینب رضؓ کی شادی حضرت عثمان غنی رضؓ کے ساتھ کر دی گئی حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ کی شادی حضرت علی رضؓ سے کر دی گئی۔ حضرت زینب رضؓ کی وفات کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر آج میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے ان کا نکاح عثمان رضؓ سے کر دیتا۔

بیٹوں میں قاسم رضؓ کے بارے میں روایت ہے کہ ان کی عمر دس بارہ سال تک تھی اور وہ گھوڑے پر سواری کر لیتے تھے، لیکن چونکہ بالغ نہ تھے اس لئے مردوں میں شامل نہ ہوئے۔ آپ کی اولاد میں ابراہیمؓ حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے تھے اور باقی تمام اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے تھی۔

رسول اپنی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے

حضرت سلمان فارسیؓ کی روایت ہے کہ ایک بار یہودیوں نے انہیں گھیر لیا اور کہنے

گے کہ تمہارا نبیؐ بھی عجیب ہے کہ تمہیں ہر قسم کی باتیں سکھاتا ہے۔ یہاں تک کہ پیشاب اور پاخانہ کرنے کے طریقے بھی سکھاتا ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہودیوں کا یہ اعتراض بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سلمان! میں تمہارے ماں باپ کی طرح ہوں جس طرح والدین اپنی اولاد کے لئے کوئی تکلیف اور گندگی پسند نہیں کرتے ایسے ہی میں تمہارے لئے پسند نہیں کرتا۔ جس طرح والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہماری اولاد صاف ستھری اور پرسکون رہے اور کوئی گندگی اور تکلیف ان کے قریب نہ جائے۔ اسی طرح میں بھی تمہارے لئے کسی گندگی اور تکلیف کو پسند نہیں کرتا اور کوئی رسول بھی اپنی امت کے لئے اسے پسند نہیں کرتا؛ کیونکہ رسول اپنی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے اور میں بھی تمہارا روحانی باپ ہوں لیکن تم میں سے کسی مرد کا حقیقی باپ نہیں ہوں۔

آیت خاتم النبیین کی تشریح

ماکان محمد ابا احد من رجالکم والی آیت کریمہ قرآن پاک کی نص قطعی ہے۔ اس آیت کریمہ کے بعد ختم نبوت کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ خاتم اسم آلہ کا صیغہ ہے یعنی جس کے ساتھ مہر لگائی جاتی ہے۔ اس کا معنی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر نبوت کے دروازے پر مہر لگا دی گئی۔ جیسا کہ آپ لوگ دیکھتے ہیں کہ ڈاک کے لفافہ پر جب مہر لگا دی جاتی ہے تو اس کے بعد کسی کو اس کے کھولنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اسی طرح نبوت کے دروازے پر مہر لگا دی گئی ہے۔ اب کسی کو یہ دروازہ کھول کر اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔

اور اگر خاتم کو باب مفاعلہ کی ماضی مانا جائے تو اس کا معنی ہوگا اس نے ختم کر دیا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا۔

نزول عیسیٰؑ پر اعتراض اور اس کا جواب

عموماً یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر سلسلہ نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا ہے تو نزول عیسیٰؑ کے کیا معنی؟ اس کا جواب یوں سمجھ لیجئے کہ نبوت کی مثال ایک محل کی سی ہے جس محل کی پہلی اینٹ آدمؑ پھر شیثؑ پھر نوحؑ پھر ابراہیمؑ یہاں تک کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس محلِ نبوت کی آخری اینٹ کے طور پر لگا دی گئی۔ لہٰذا یہ محل مکمل ہو گیا۔ اب اس کی تکمیل کے بعد اس میں نہ کسی اینٹ کی گنجائش ہے اور نہ ضرورت۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صحیح تعداد کے بارے میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش اور بعض کے نزدیک دو لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش ان کی تعداد ہے، لیکن مثال کے طور پر یوں سمجھ لیجئے کہ اس محل نبوت کی تعمیر کے لئے ایک سو ایک اینٹیں درکار تھیں لہٰذا ایک سو ایک اینٹ سے محل نبوت تعمیر کر دیا گیا۔

محل تعمیر ہو چکنے کے بعد اس میں سے ایک یا چند اینٹیں نکال کر دوبارہ لگا دی جائیں تو اس سے محل کی تکمیل پر زد نہیں آتی۔ کیونکہ اینٹوں کی مقررہ تعداد میں کوئی زیادتی واقع نہیں ہوئی۔ یہی حال ہے نزول عیسیٰ کا۔ کہ عیسیٰؑ اپنا زمانہ نبوت گزار کر آسمانوں پر اٹھا لئے گئے اور آپ کے بعد آخری نبی کی حیثیت سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

اب اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے زمانہ نبوت میں (جو کہ قیامت تک ہے) صرف عیسیٰؑ نہیں بلکہ تمام انبیاء سابقین بھی تشریف لے آئیں تو بھی ختم نبوت پر زد نہیں آتی۔ کیونکہ تمام انبیاء اپنا زمانۂ نبوت پورا کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء کی مقررہ تعداد مکمل ہو چکی ہے۔ عیسیٰؑ بھی اپنا زمانہ نبوت ختم کر چکے ہیں۔ اب اگر وہ تشریف لائیں گے تو وہ نبی تو ہوں گے کیونکہ نبی سے نبوت کسی وقت بھی قطع نہیں ہوتی، لیکن شریعت ان کی اپنی نہ ہوگی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو خلفاء راشدین کے طرز خلافت پر رائج کریں گے اور ان کی خلافت، خلافت راشدہ میں شامل ہوگی اور اس سے ختم نبوت پر کوئی زد نہیں آتی۔

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ پر اعتراض اور اس کا جواب

بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ پر ان کی کتاب تحذیر الناس کے حوالہ سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپؒ نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریعی نبوت ختم ہے ہاں غیر تشریعی نبوت آسکتی ہے۔

دراصل معترضین حضرات اس سے حضرت نانوتویؒ کی مراد سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔ حضرت نانوتویؒ کی مراد اس سے وہی ہے جو حضرت شیخ اکبرؒ نے بیان فرمائی ہے۔

حضرت شیخ اکبرؒ اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہے لیکن غیر تشریعی نبوت آسکتی ہے اور میری مراد اس سے دو چیزیں ہیں اول یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ چالیس برس تک زمین پر حکمرانی کریں گے۔ دجال کا مقابلہ کریں گے۔ اسے قتل کریں

گے۔ وہ نبی تو ہوں گے کیونکہ نبی سے نبوت کسی وقت قطع نہیں ہوتی لیکن ان کی نبوت غیر تشریعی ہوگی اور وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے پابند ہوں گے۔

ثانی یہ کہ میری مراد اس سے یہ ہے کہ جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں یہ روایت مذکور ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبوت ختم ہوگئی ہے لیکن ایسی باتیں باقی ہیں جن کو خوشخبریاں سنانے والی چیزیں کہتے ہیں مثلاً سچے خواب اور یہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔

اس عقیدہ سے نہ ختم نبوت پر زد آتی ہے اور نہ ہی اس کا قائل کافر ہوتا ہے۔ بعینہٖ یہی مراد حضرت نانوتویؒ کی ہے لہذا ان کے خلاف تکفیر کی گنجائش باقی نہیں رہتی ورنہ شیخ اکبرؒ پر بھی کفر کا فتویٰ لازم آئے گا۔

نبوت و رسالت میں فرق

رسول اور نبی میں فرق ہے۔ رسول اس کو کہتے ہیں جس کے پاس کتاب و شریعت ہو اور نبی اس کو کہتے ہیں جس کے پاس کتاب و شریعت نہ ہو۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صاحب کتاب اور صاحب شریعت تھے، اس لیے رسول تھے نبی نہ تھے۔

تو اس سے یہ اعتراض پیدا ہو سکتا تھا کہ چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے رسول ہیں لہذا آپؐ پر سلسلۂ رسالت ختم ہوا۔ سلسلۂ نبوت ختم نہیں ہوا کیونکہ آپؐ نبی نہیں۔

حضور نبی کریمؐ نے اپنے بعد نبوت کا دعوے کرنے والے تیس ۳۰ دجالوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کلھم یزعم انہ نبی اللہ کہ ان تیس دجالوں میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ میں خدا کا نبی ہوں۔ الا خر وا انا خاتم النبیین لا نبی بعدی میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

ایک دوسرے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لو کان بعدی نبیا وکان عمر بن الخطاب اگر میرے بعد نبوت جاری رہتی تو عمر بن الخطاب نبی ہوتے۔

اب ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ آپ رسول ہیں، لیکن آپؐ پر اختتام نبوت کا ہوا ہے رسالت کا نہیں۔ اس لئے کہ آپؐ نے نبوت کی نفی فرمائی ہے رسالت کی نہیں فرمائی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت خاتم النبیین میں اس کی وضاحت بھی فرمادی۔ فرمایا:

ولکن الرسول اللہ کہ محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وخاتم النبیین اور سلسلہ نبوت ختم کرنے والے ہیں یعنی بحیثیت رسول آپؐ پر سلسلۂ رسالت تو ختم ہوا ہی تھا آپؐ پر سلسلۂ نبوت بھی ختم کر دیا گیا۔

کیونکہ اگر صرف سلسلۂ رسالت ختم کرنا ہوتا تو اس آیت میں خاتم النبیین کی بجائے خاتم المرسلین ہوتا اور اگر صرف سلسلۂ نبوت ختم کرنا ہوتا تو اس آیت میں لکن الرسول اللہ کی بجائے لکن النبی اللہ ہوتا حالانکہ ایسا نہیں۔

اور اس کے ساتھ ترمذی - مسند احمد - اور مستدرک حاکم وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی مذکور ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی کہ بے شک نبوت اور رسالت دونوں قطع کر دی گئی ہیں اب میرے بعد نہ کوئی رسول سکتا ہے اور نہ نبی۔

یہ ارشاد گرامی آیت خاتم النبیین کی وضاحت کر رہا ہے۔ اس ارشاد گرامی سے نبوت و رسالت دونوں کے اختتام کا اعلان فرمایا اور دونوں کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند کر دیے۔

ختم نبوت اور ختم رسالت کے بارے میں سینکڑوں آیات قرآنی اور احادیث نبویہ پیش کی جاسکتی ہیں، لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر بالفرض کوئی اور آیت اور حدیث بھی موجود نہ ہو تو صرف یہی ایک آیت خاتم النبیین اور ایک حدیث خاتم الانبیاء والمرسلین کے پیش نظر نبوت و رسالت کے اختتام پر کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

داخلہ تربیت القضاۃ

مدرسہ خیر المدارس میں شعبہ تربیت القضاۃ قائم کر دیا گیا ہے۔ اس میں داخلہ کے خواہشمند حضرات مورخہ ۹ ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۹ ستمبر ۱۹۸۱ء بروز چہارشنبہ بوقت ۸ بجے مدرسہ خیر المدارس میں پہنچ جائیں۔ علماء کی ایک جماعت ان کا علمی جائزہ لے کر داخلہ کے لئے انتخاب کرے گی۔ کامیاب حضرات کے لئے معقول وظیفہ کا انتظام ہوگا۔ چند شرائط داخلہ درج ذیل ہیں۔

۱. وفاق المدارس یا کسی قابل اعتماد وفوقانی دینی مدرسہ سے اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہو۔
۲. درس نظامی کی مندرجہ ذیل کتب پر خصوصیت سے عبور حاصل ہو۔
مشکوٰۃ شریف - جلالین شریف - ہدایہ اخیرین - سراجی (احوال ورثہ) - نورالانوار
۳. اردو تحریر و تقریر واضح ہو۔ حساب بقدر ضرورت جانتا ہو۔
۴. لباس وضع قطع شریعت کے مطابق ہو۔ احکام شریعت پر پختگی سے کاربند ہو۔

محمد صدیق ناظم مدرسہ خیر المدارس (رجسٹرڈ) ملتان شہر

مولانا بشیر احمد قادری

امام الجرح والتعدیل
حضرت یحییٰ بن سعید القطان رح

امام المحدثین حضرت یحییٰ رح بن سعید القطان فنِ حدیث و روایت کے بہت بڑے امام ہیں۔ فن جرح و تعدیل میں تمام عالم اسلام میں سب سے پہلے مصنف ہیں۔ اس فن میں تمام عالم اسلام میں آپ سے قبل کسی کو کتاب لکھنے کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ آپ کے کوائف و حالات، مزایا و فضائل اور کمالات و اختصاصات ایجاز و اختصار کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہیں۔

نام و نسب

آپ کا نام نامی و اسم گرامی یحییٰ تھا۔ آپ کی کنیت ابو سعید تھی۔ آپ کے جدامجد فروخ بنی تیم کے غلام تھے۔

ولادت باسعادت

آپ سنہ ۱۲۰ھ میں تولد ہوئے۔ آپ کا مسکن بصرہ تھا۔

شیوخ و اساتذہ

آپ امت کے جلیل الشان عظیم المرتبت شیوخ و اساتذہ سے مستفید و مستفیض ہوئے۔ آپ کے چند شیوخ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ
امام مالک " " "
سعید بن ابی عروبہ " " "
ابن عجلان " " "
حنظلہ بن ابی سفیان " " "
یحییٰ بن سعید الانصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ
ابن جریج " " "
سفیان ثوری " " "
سفیان بن عیینہ " " "
مسعر بن کدام " " "
سلیمان تیمی " " "
ہشام بن عروہ " " "

امام شعبہ رح کے ساتھ ان کو بڑی عقیدت اور خصوصیت تھی۔ اپنے بیان کے مطابق کامل بیس برس مسلسل و متواتر ان کی خدمتِ عالیہ میں حاضری کا شرف حاصل کرتے رہے اتنی طویل صحبت و ملازمت کا یہ خوش آئند نتیجہ برآمد ہوا کہ یہ اپنے وقت کے عظیم ترین محدث بن گئے۔ حتیٰ کہ اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جاتا تو امام شعبہ رح ان کا حکم بنا کر ان کی طرف رجوع فرماتے۔

قوتِ حافظہ

آپ کو قدرت کی طرف سے بلا کا حافظہ عطا کیا گیا تھا۔ سلیمان بن الاشعث رح نے جو بہت بڑے محدث ہیں، ایک دفعہ امام احمد بن حنبل رح سے جو امام یحییٰ بن سعید القطان کے ممتاز ترین تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، دریافت کیا کہ "کیا یحییٰ آپ کو اپنے حافظہ سے احادیث و روایات سنایا کرتے تھے؟" امام احمد رح نے جواباً فرمایا کہ ہم نے ان کے پاس کبھی بھی کتاب نہیں دیکھی۔ وہ ہماری کتاب کی طویل طویل احادیث زبانی پڑھ دیا کرتے تھے۔

بعض محدثین بطور امتحان ان کے سامنے تدلیس کر کے روایات بیان کیا کرتے تو آپ فوراً ان روایات کا سقم معلوم فرما کر اس پر متنبہ فرما دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ امام سفیان ثوری رح نے ایک حدیث کی سند میں ایک راوی "محمد بن سالم" کو (جو اپنے نام سے مشہور تھے اور جن کی کنیت غیر معروف تھی) ان کی کنیت سے ذکر کرتے ہوئے یوں روایت کی حدثنا "ابو سہل عن الشعبی" حضرت یحییٰ نے فی الفور کہا کہ یہ ابو سہل تو محمد بن سالم ہیں۔ امام ثوری رح اس فوری جواب اور غضب کے استحضار پر حیران و ششدر رہ گئے۔ اور فرمایا کہ میں نے آپ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ سے تو کوئی بات بھی پوشیدہ اور مخفی نہیں۔

ان کے حافظہ کی غیر معمولی قوت اور علم حدیث میں ان کے بے پناہ تبحر کے سلسلے میں ایک عجیب اور حیرت انگیز و تعجب خیز واقعہ بیان کیا جاتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ علم حدیث کے مشہور امام عبدالرحمان بن مہدی راوی ہیں کہ ایک دفعہ سفیان بن ثوری رح نے مجھ سے فرمایا کہ تم میرے پاس کوئی ایسا شخص لاؤ جس سے میں حدیث میں مذاکرہ کروں۔ ابن مہدی، حضرت یحییٰ بن سعید القطان کو لے کر حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دونوں کے درمیان کافی دیر تک مذاکرہ کا سلسلہ جاری رہا۔ مذاکرات ختم ہونے کے

بعد حضرت یحییٰؒ اپنے گھر چلے گئے تو حضرت سفیانؒ نے ابن مہدیؒ سے فرمایا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم میرے پاس کوئی انسان لے کر آؤ، لیکن تم انسان کے بجائے ایک جن لے کر آئے۔ علامہ ذہبیؒ یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت یحییٰ کے بے نظیر عدیم المثال اور غیر معمولی حافظہ سے متأثر ہو کر حضرت سفیانؒ نے یہ الفاظ کہے تھے۔ "تذکرۃ الحفاظ ص ۲۹۶ ج ۱"

خوفِ ایزدی

حضرت یحییٰ بن سعید القطان جس طرح علم و فضل، ذہانت و فطانت اور قوتِ حافظہ میں بے نظیر تھے اسی طرح خوفِ الٰہی اور خشیتِ ایزدی میں بھی بے عدیل تھے ــــ خوفِ الٰہی سے ہر دم لرزاں و ترساں رہا کرتے۔ جب ایسی آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ نبویہ سنتے جن میں قیامت یا عذابِ الٰہی کا ذکر ہوتا تو لرزہ براندام ہو جاتے۔ بعض اوقات شدتِ تاثر سے غشی طاری ہو جاتی۔

ابن مدینی کا بیان ہے کہ ہم امام یحییٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ایک شخص نے سورۃ دخان کی تلاوۃ شروع کر دی۔ اس کا سننا تھا کہ حضرت یحییٰؒ بیہوش ہو گئے۔

تذکرۃ الحفاظ ص ۲۹۶ ج ۱

مشہور محدث حضرت بندارؒ کہتے ہیں کہ بیس سال مسلسل و متواتر حضرت امام یحییٰ کی خدمت میں میری آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا۔ اس لمبے وقفے اور طویل عرصہ میں میں گمان نہیں کرتا کہ ان سے کبھی گناہ سرزد ہوا ہو۔

امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن سعید القطان قرآن کریم سننے کی تاب ہی نہیں لا سکتے تھے۔ جب ان کے سامنے قرآن کریم تلاوۃ کیا جاتا تو وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑتے تھے یہاں تک کہ ان کا منہ زمین سے لگ جاتا تھا۔

عبادت و ریاضت

چونکہ حضرت یحییٰ خوفِ الٰہی و خشیتِ ایزدی سے ہر لمحہ لرزاں و ترساں مضطرب بے چین اور بیقرار رہا کرتے تھے، اس لئے ان کے اکثر اوقات عبادتِ الٰہی میں بسر ہوتے۔ قرآن کریم کی تلاوۃ سے شغف کا یہ عالم تھا کہ بیس سال تک مسلسل ان کا یہ معمول و دستور رہا کہ ہر شب میں ایک قرآن کریم ختم کر دیتے تھے۔

نماز با جماعت کی پابندی کا یہ حال تھا کہ چالیس سال کی طویل مدت میں کبھی ایک مرتبہ بھی نماز با جماعت کے شرف سے محروم نہیں رہے۔ پنجوقتہ نمازوں کی باجماعت پابندی کے علاوہ آپ نماز چاشت کے بھی اتنے پابند تھے کہ چالیس سالہ طویل مدت میں ایک دفعہ بھی ایسا نہ ہوا کہ آپ نے چاشت کی نماز مسجد میں ادا نہ کی ہو۔ آپ کے ہاتھ میں ایک تسبیح رہتی تھی اور ہمیشہ ذکرِ الٰہی سے آپ کی زبان تر رہتی تھی۔

متانت و سنجیدگی

حق تعالےٰ کی جلالت و عظمت اور آخرت کی مسئولیت کے شدید احساس کی بناء پر ہمیشہ آپ پر متانت و سنجیدگی کا غلبہ رہتا۔ آپ کے پوتے احمد بن محمد فرماتے ہیں کہ میرے جدامجد نہ کبھی کسی سے مذاق کرتے اور نہ ہنستے تھے۔ آپ نے ساری عمر قہقہہ نہیں لگایا ہاں کبھی تبسم فرما لیتے تھے۔ نہ کبھی حمام میں داخل ہوتے اور نہ کبھی بالوں کو تیل سے چکایا البتہ خضاب عمدہ قسم کا استعمال فرماتے تھے۔

"تاریخ بغداد ص ۱۴۱ ج ۱۴"

ہیبت و رعب

آپ عصر سے لے کر مغرب تک درس حدیث دیا کرتے تھے۔ نماز عصر کے بعد مینارہ مسجد سے تکیہ لگا کر بیٹھ جاتے تھے آپ کے روبرو امام احمد بن حنبلؒ (امام بخاری کے سب سے بڑے استاذ) عمروؒ بن خالد، شاذ کوفی، یحییٰؒ بن معین اور ابن مدینیؒ کھڑے ہو کر حدیث کا درس لیتے تھے۔ مغرب تک نہ وہ کسی کو بیٹھنے کے لئے کہتے اور نہ آپ کے رعب و جلال اور ہیبت و وقار کی وجہ سے کسی کو بیٹھنے کی جرأت ہوتی۔

رقتِ قلب

آپؒ کا قلب نہایت رقیق اور نرم تھا۔ ایک دفعہ آپ کے پڑوسی اور آپ کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ آپ کا پڑوسی نہایت گستاخ، منہ پھٹ اور دریدہ دہن تھا۔ وہ غصے میں واہی تباہی بک گیا۔ حضرت یحییٰ رونے لگے اور اس حالت میں بار بار فرماتے تھے کہ ہاں یہ سچ کہتا ہے میں بھلا کون ہوں اور کیا ہوں؟

علم و فضل

علم و فضل، علم حدیث اور علم اسمائے رجال میں آپ کو تبع تابعین میں ایک ممتاز و منفرد مقام و مرتبہ حاصل ہے؛ بلکہ اگر آپ کو تبع تابعین کی جماعت کا گل سرسبد کہا جائے تو بالکل بجا اور روا ہے۔ آپ کی جلالتِ قدر اور مقام و مرتبہ کی عظمت و رفعت اور علم حدیث میں آپ کے غیر معمولی تبحر کا اندازہ آپ کے بارے میں امت کے اکابر و اعاظم کی گرانقدر آراء سے لگایا جا سکتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کی رائے

امام احمدؒ بن حنبل جیسا جلیل القدر اور عظیم المرتبت امام آپؒ کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے:

مارأت عیناي مثله

(تذکرۃ الحفاظ ص ۱۳۸ ج ۴

میری آنکھوں نے آپ کی نظیر

مثیل نہیں دیکھی۔

نیز فرماتے ہیں کہ یحییٰؒ بن سعید القطان اپنی ایک ایک ادا کے لحاظ سے بے مثل تھے۔

اثرم فرماتے ہیں کہ میں نے مختلف مواقع پر امام احمدؒ بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یحییٰؒ القطان کس درجہ قوی الحافظہ اور کتنے بڑے ثقہ تھے۔ وہ محدث تھے۔ یہ فرما کر دیر تک ان کی مدح و ثنا اور تعریف و توصیف میں رطب اللسان اور زمزمہ سرا رہے۔

فضل بن زیاد روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ بن حنبل کو یہ فرماتے سنا کہ خدائے بزرگ و برتر کی قسم ہم نے یحییٰ القطان جیسا کوئی شخص نہیں پایا۔ نیز فرمایا کہ بصرہ میں حضرت یحییٰ بن سعید القطان پر تثبت کی انتہا ہے۔ تہذیب التہذیب ص ۲۱۸ ج ۱۱

امام علیؒ بن المدینی

امام علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰؒ بن سعید القطان سے زیادہ متثبت اور ان سے بڑھ کر رجال کا کوئی عالم نہیں دیکھا۔ تاریخ بغداد ص ۱۴۸ ج ۱۴

امام یحییٰؒ بن معین

امام ابو زرعہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام یحییٰ بن معین سے سوال کیا کہ کیا یحییٰؒ بن سعید القطان عبدالرحمان بن مہدی سے بڑھ کر ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ "ہاں"

تاریخ بغداد ص ۱۴۰ ج ۱۴

امام ابن سعدؒ

امام ابن سعد فرماتے ہیں کہ: امام یحییٰؒ بن سعید القطان ثقہ، حجۃ بلند مرتبہ اور مامون تھے۔

تذکرہ ص ۲۹۹ ج ۱

امام خلیلیؒ

امام خلیلیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰؒ بلا کسی اختلاف کے مسلم امام تھے

تہذیب التہذیب ص ۲۲۰ ج ۱۱

تلامذہ

آپ کے علم و فضل کی شہرت سے جب گنبد عالم گونجنے لگا تو لوگ دیوانہ وار کشاں کشاں آپ کے علوم و معارف اور فیوض و برکات سے اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور ہر ایک اپنے ظرف اور استعداد کے مطابق آپ کے چشمۂ فیض سے فیضیاب و سیراب اور مستفید و مستنیر ہوا۔ آپ سے فیضیاب ہونے والوں میں بہت سے ایسے نامور اور مشہور حضرات ہیں جو آسمان علم و فضل پر "تیر تاباں" اور "مہر منیر" بن کر چمکے جن کی چمک دمک، درخشندگی و تابندگی اور ضوفشانیوں و ضیا پاشیوں سے جہالت و ضلالت کی ظلمتیں اور تاریکیاں کافور ہوئیں اور جن کی مساعی سے اور قرآن و حدیث کے انوار سے بقعۂ عالم جگمگانے لگا۔ آپ کے شاگردوں میں سے بعض نامور محدثین کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ ان کے اسماء گرامی پڑھیئے اور ان سے ان کے مقام مرتبہ کی عظمت و رفعت کا اندازہ لگائیے۔

یکے از ائمہ مجتہدین امام احمدؒ بن حنبل، عبدالرحمٰن بن مہدی، مسدد بن مسرہد، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہ، یحییٰؒ بن معین، اسحٰق بن راہویہ، ابو عبیدؒ القاسم بن سلام، ابو خیثمہ، ابو بکرؒ بن ابی شیبہ، عمروؒ بن علی، ابن مثنیٰؒ، ابن بشارؒ

تہذیب الاسماء ص ۱۵۴ ج ۲

وفات حسرت آیات

علم و فضل اور تقویٰ و تدین کا یہ آفتاب عالم تاب ماہ صفر المظفر ۱۹۸ھ میں غروب ہو گیا۔

محمد ریاض انور گجراتی

مولانا غلام یحییٰ ہزارویؒ

۹ اگست کا سورج اپنی کرنیں لیکر طلوع ہوا تو علمی بزمیں ویران ہو گئیں کیونکہ استاذ العلماء حضرت مولانا غلام یحییٰ صاحب اس دنیا سے رحلت فرما گئے تھے۔ کوئی سر بگریباں ہے۔ آج علم شناسوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ مولانا غلام یحییٰ ہزاروی مرحوم کی وفات نے گلشن اہلسنت کو مرجھا دیا ہے۔ ہر طرف مایوسی و بے قراری پائی جاتی ہے۔ جن لوگوں کو قدرت نے عقل سلیم اور دردِ دل عنایت کیا ہے وہ آج ملتِ اسلامیہ کے اس عظیم محسن کی جدائی میں غمگین ہیں، کیونکہ مرحوم نے اس مادی ظلمت کے دور میں اپنی پوری زندگی کو سنتِ محمدی زندہ کرنے میں صرف کر دیا۔ اور اپنی حیات مبارکہ کو صحابہؓ کے اسوۂ حسنہ پر چلایا۔ ایسی جلیل القدر ہستیاں قوموں کو مدتوں بعد نصیب ہوتی ہیں جو ہر گھڑی دوسروں کی فلاح کے لئے سوچتی رہتی ہوں۔ اللہ نے انہیں بے پناہ قابلیت اور حافظہ عطا فرمایا تھا۔ وہ ساری زندگی جہلم کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام میں پڑھاتے رہے۔ بسا اوقات وہ پورا پورا سال اٹھارہ اٹھارہ اسباق پڑھاتے رہتے۔ ملتِ اسلامیہ کے اس عظیم فرزند میں بہت خوبیاں تھیں۔ ان کی نشست و برخاست بھی سنتِ نبوی کے مطابق تھیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ جس آدمی میں صحابہؓ کی اتباع نہیں تو وہ کبھی بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا امتی نہیں ہو سکتا۔ جب کبھی کوئی صحابہؓ کے خلاف بات کرتا تو جلال میں آکر فرمایا کرتے تھے کہ خدا کے قہر سے ڈرو کہ وہ تمہاری قوت گویائی کو سلب ہی نہ کرے۔ وہ علم کی کان وہ خوبیوں کا مجموعہ ۹ اگست ۸۱ء کو ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گئے۔

مولانا سید جلال الدین عمری

مرض، صحت اور اسلام

اس دنیا میں صحت کے ساتھ مرض بھی لگا ہوا ہے۔ ہزار احتیاط کے باوجود آدمی یہاں بیمار ہوتا رہتا ہے۔ اس صورت میں فوراً علاج کی فکر ہونی چاہیئے۔ مرض میں علاج سے غفلت کرنا موت کو دعوت دینا ہے۔

یہ دانشمندی ہے اور نہ دینداری۔ احادیث میں دوا علاج کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کی ضرورت اور افادیت کو مختلف پہلوؤں سے نمایاں کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے جو بیماری بھی اتاری ہے اس کے لئے شفاء بھی اتاری ہے۔ (بخاری)

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر مرض کی دوا ہے۔ جب دوا لگ جاتی ہے تو اللہ کے حکم سے صحت ہو جاتی ہے۔ (مسلم)

ذکوان ایک انصاری صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کی جسے زخم تھا عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کے لوگوں سے فرمایا کہ فلاں قبیلہ کے طبیب کو بلاؤ۔ وہ آیا تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا دوا سے بھی کوئی فائدہ ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سبحان اللہ! اللہ نے زمین میں کوئی مرض نہیں اتارا مگر یہ کہ اس کے لئے شفاء بھی رکھی ہے۔ (مسند احمد)

ان احادیث میں دواؤں کی وسیع تاثیر اور زبردست افادیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور مریض کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کا علاج رکھا ہے۔ اس لئے بیماری چھوٹی ہو یا بڑی اس سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے بلکہ صحیح علاج کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے جس بیماری کے لئے جو دوا رکھی ہے وہ اگر مل جائے تو وہ بیماری اس کے حکم سے ٹھیک ہو جائے گی۔ اس میں دواؤں کی تلاش و تحقیق اور نئی معلومات حاصل کرنے کے لئے ترغیب ہے جب اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کا علاج رکھا ہے تو جن بیماریوں کا علاج ابھی نہیں معلوم ہے اس کی تلاش جاری رہنی چاہیئے۔

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لکل داء دواء (ہر بیماری کی دوا ہے) مریض اور طبیب دونوں کے لئے تقویت کا باعث ہے۔ اس میں علاج کے تلاش کی ترغیب بھی ہے۔ اگر مریض کو یہ محسوس ہو کہ اس کا مرض لاعلاج نہیں ہے بلکہ اس کا علاج ممکن ہے تو اس کا دل امید سے بھر جائے گا اور مایوسی ختم ہو گی۔ اس سے وہ اپنے اندر نفسیاتی طور پر مرض پر غالب آنے والی توانائی محسوس کرے گا۔ اسی طرح طبیب کو جب معلوم ہو گا کہ ہر بیماری کی اللہ تعالیٰ نے دوا رکھی ہے تو تلاش اور جستجو اس کے لئے ممکن ہو گی۔

اس دنیا میں ہر ذی حیات مخلوق کو موت کا مزہ چکھنا پڑتا ہے۔ اسی طرح بچپن اور جوانی کے بعد بڑھاپے کا دور آتا ہے اور قانونِ فطرت کے مطابق اس کی تکلیفیں بھی برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ بڑھاپے اور موت کو تو دوا علاج کے ذریعہ ٹالا نہیں جا سکتا۔ ان کے علاوہ ہر بیماری کا علاج اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔

حضرت اسامہ بن شریکؓ کہتے ہیں کہ کچھ بدوؤں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا "الا نتداوی" کیا ہم دوا علاج نہ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہاں! اے اللہ کے بندو! علاج کرو اس لئے کہ اللہ نے جو بیماری بھی پیدا کی ہے اس کے لئے شفا اور دوا بھی رکھی ہے۔ (آپؐ نے شفاء یا دوا کا لفظ استعمال فرمایا) سوائے ایک بیماری کے۔ لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ وہ کیا بیماری ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ بڑھاپا! (ترمذی)

ایک روایت میں ہے:

اللہ کے بندو! علاج کراؤ! اس

لئے کہ اللہ عزوجل نے موت اور بڑھاپے کے سوا جو بیماری بھی اتاری ہے اس کے لئے شفاء بھی رکھی ہے۔ (مسند احمد)

انسان نے زمانہ کے ساتھ طب میں بڑی ترقی کی ہے۔ اس نے بہت سی بیماریوں کا علاج معلوم کرلیا ہے۔ تحقیق اور تجربہ سے اس کی معلومات میں مزید اضافہ ہوتا جارہا ہے، لیکن اس کے باوجود ابھی بیماریاں موجود ہیں جن کا علاج ابھی تک انسان کی دسترس سے باہر ہے۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میدان میں تحقیق کی بڑی گنجائش ہے۔ بلاشبہ وہ قانون فطرت کو توڑ کر بڑھاپے اور موت کو تو روک نہیں سکتا، لیکن اگر وہ ہمت نہ ہارے اور اپنی تحقیق جاری رکھے تو ان امراض پر بھی قابو پاسکتا ہے جن پر آج وہ قابو نہیں ہے۔ حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ ہی کی ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

ایک اعرابی آیا۔ عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ: کیا ہم علاج کریں؟ آپ نے فرمایا ہاں علاج کرو اس لئے کہ اللہ نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ کہ اس کی شفا بھی اتاری ہے جو اسے جانتا ہے جانتا ہے اور جو نہیں جانتا نہیں جانتا۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ کہ اس کی شفا بھی اتاری ہے۔ جاننے والا اسے جانتا ہے نہیں جاننے والا نہیں جانتا۔

(مسند احمد)

یہ روایات بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کا علاج رکھا ہے، لیکن اسے جاننے والے ہی جانتے ہیں۔ ہر شخص کا اس سے واقف ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ مرض کا علاج واقف کار ہی سے ہونا چاہیے۔ کسی ناواقف شخص کی طرف رجوع کرنا صحیح نہیں ہے۔ بعض دوسری حدیثوں سے اس کا صراحتاً ثبوت بھی ملتا ہے۔

زید بن اسلم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص کے زخم لگا، اس سے خون پوری طرح نہیں بہا اور بند ہوگیا۔ اس نے بنو انمار کے دو آدمیوں کو علاج کے لئے بلایا۔ انہوں نے اسے دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ تم دونوں میں سے کس کو طب کی واقفیت زیادہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا حضور! کیا طب میں بھی کوئی خیر ہے؟ مطلب یہ کہ کیا اس کی بھی کوئی افادیت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دوا بھی اتاری ہے اس ذات نے جس نے بیماریاں اتاری ہیں۔
(موطا امام مالک)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں بیمار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لائے میرے سینہ پر دست مبارک رکھا۔ میں نے اپنے قلب کے اندر اس کی ٹھنڈک محسوس کی۔ آپ نے فرمایا تمہیں دل کی شکایت ہے تم قبیلہ ثقیف کے حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ وہ (اس مرض کا) علاج کرتا ہے (یا اچھا طبیب ہے) اس تکلیف میں آدمی کو مدینہ کے سات اچھی قسم کے چھوہارے گٹھلیوں سمیت کوٹ کر پھانکتے رہنا چاہیے۔

(ابوداؤد)

وقت ضرورت ایک سے زائد ڈاکٹروں اور حکیموں کی طرف بھی رجوع کیا جاسکتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر جب قاتلانہ حملہ ہوا تو انہوں نے فرمایا کسی طبیب کو بلاؤ تاکہ میرے زخم کو دیکھے۔ چنانچہ عرب کے ایک طبیب کو لوگوں نے بلوایا۔ اس نے نبیذ پلائی لیکن نبیذ خون کا رنگ لئے ہوئے زخم سے نکل گئی۔ پھر میں نے انصار کے قبیلہ بنو معاویہ کے ایک حکیم کو بلایا اور اس نے دودھ پلایا تو دودھ سفید چمکتا ہوا نکل آیا۔ (مسند احمد)

حکیم اور ڈاکٹر کو اجرت اور معاوضہ دینا بھی ثابت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوطیبہ نامی ایک غلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھنا لگایا۔ آپ نے دو صاع غلہ اسے دینے کے لئے کہا اور اس کے مالکوں سے بھی گفتگو کی کہ اس سے وہ جو معاوضہ لیتے ہیں اس میں تخفیف کردیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پچھنا لگوانے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے) فرمایا کہ جو علاج تم کراتے ہو اس میں بہترین چیز پچھنا لگوانا ہے۔ (بخاری)

ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے تین غلام تھے۔ پچھنا لگانے کے فن سے واقف تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان میں سے دو کو اپنے گھر والوں کے لئے غلہ کا انتظام کرنے پر رکھا تھا اور ایک کے ذمہ ان کو اور ان کے گھر والوں کو (وقت ضرورت) پچھنا لگانے کا کام تھا (ترمذی)

اس سے فیملی ڈاکٹر کا جواز نکلتا ہے اگر حالات اجازت دیں تو گھر کے علاج کے لئے متعین حکیم یا ڈاکٹر رکھنا یا اس کی خدمات حاصل کرنا غلط نہیں ہے۔

اسلام نے جہاں مریض کو علاج کی ترغیب دی وہیں کسی بھی شخص کو طب کا علم حاصل کئے بغیر علاج کرنے سے سختی سے منع کیا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

طب کو اچھی طرح نہ جاننے کے باوجود جس نے علاج کیا اور اس سلسلہ میں وہ متعارف نہیں

تھا تو وہ کسی بھی نقصان کا ضامن ہوگا۔ (ابوداؤد)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> جس شخص کا پہلے سے طبیب ہونا معلوم نہیں تھا، اس نے لوگوں کا بتکلف علاج کیا اور نقصان پہنچایا تو وہ ضامن ہوگا۔
>
> (ابوداؤد)

طب ایک مظلوم پیشہ رہا ہے، اس کا کوئی معیار نہیں تھا۔ سنی سنائی معلومات ناقص اور ادھورے تجربات کی بنیاد پر لوگ طبابت اور حکمت کرتے رہے ہیں۔ اب بھی اس سطح پر یہ پیشہ مختلف شکلوں میں جاری ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس طرح کے نیم حکیموں اور ناتجربہ کار معالجوں کی وجہ سے کتنی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں۔ اسلام سے پہلے ان خود ساختہ اطباء کے خلاف شاید ہی کوئی قانونی قدم اٹھایا گیا ہو۔ جو شخص طبیب نہیں ہے اس کے علاج سے اگر کسی کو نقصان پہنچے تو اسلام کے نزدیک اسے اس کا تاوان ادا کرنا پڑے گا۔ یہ اتنا سخت قانون ہے کہ اس کے بعد کبھی کوئی نااہل شخص طب کی دکان کھول کر انسانوں کی زندگی سے نہیں کھیل سکتا۔

امام خطابی فرماتے ہیں:

> میرے علم کی حد تک اس بارے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص علمی اور عملی طور پر طب سے واقف نہیں ہے اس کے علاج سے مریض ختم ہوجائے تو اسے دیت ادا کرنی ہوگی اور اس کا بوجھ اس کے عاقلہ (قریبی رشتہ دار اور ورثاء) اٹھائیں گے، البتہ اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا اس لیے کہ مریض کی اجازت کے بغیر وہ علاج نہیں کر سکتا تھا۔ (معالم السنن)

مریض کسی ناواقف کار کے دھوکے میں بھی آسکتا ہے۔ تجربہ کار طبیب سے بھی غلطی ہوسکتی ہے۔ اس کے مختلف پہلوؤں پر ہمارے فقہاء نے بحث کی ہے۔ اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

(الطب النبوی)

علاج و معالجہ کی فقہی حیثیت پر بھی تھوڑی سی بحث مناسب ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی بیماریوں کا علاج بتایا ہے۔ احادیث میں ان کا ذکر موجود ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں ان احادیث سے فی الجملہ علاج کا جواز نکلتا ہے اور آپ نے جن چیزوں کا بطور دوا ذکر فرمایا ہے ان کے ذریعہ علاج کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔

بعض غالی قسم کے صوفیوں نے علاج و معالجہ کا انکار کیا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جب ہر چیز اللہ کی طرف سے لکھ دی گئی ہے تو دوا دارو کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے ان کی بھی تردید ہوتی ہے۔ جہاں تک تقدیر کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت سے ہر کام ہوتا ہے۔ علاج بھی اسی کی مشیت کے تحت ہے۔ اس کی نوعیت اسباب و وسائل کی سی ہے۔ ان کا اختیار کرنا تقدیر سے جنگ کرنے کے ہم معنی نہیں ہے۔ (شرح مسلم نووی)

حضرت جابرؓ کی روایت لکل داء دواء (ہر بیماری کی دوا ہے) اوپر گزر چکی ہے۔ اس حدیث کے ذیل میں امام نووی لکھتے ہیں:

> اس حدیث میں اس بات کا اشارہ ہے کہ دوا کرنا مستحب ہے۔ یہی ہمارے اصحاب (شوافع) جمہور سلف اور خلف میں سے عام لوگوں کا مسلک ہے۔
>
> (شرح مسلم)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوا علاج کرانا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب اور پسندیدہ ہے لیکن اگر بیماری کی وجہ سے فرائض و واجبات اور دوسروں کے حقوق ادا کرنا ممکن نہ ہو تو یہ واجب بھی ہوسکتا ہے اس لئے جیسا کہ علماء نے لکھا ہے اس کی نوعیت سبب اور ذریعہ کی ہے اور اسباب و ذرائع کا اختیار کرنا حالات کے لحاظ سے جائز بھی ہوسکتا ہے مستحب اور واجب بھی ہوسکتا ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک روایت سے بحث کرنا ضروری ہے۔ روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ کے رسولوں اور ان کی امتوں کا مشاہدہ کرایا گیا۔ میں نے دیکھا کسی کے ساتھ اس کا ایک ہی امتی والا تھا، کسی کے ساتھ دو تھے، کسی کے ساتھ چھوٹی سی جماعت تھی اور کسی کے ساتھ ایک بھی نہیں تھا۔ اسی دوران میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی جو افق پر چھائی ہوئی تھی۔ مجھے خیال ہوا کہ یہ میری امت ہوگی، لیکن بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰؑ کی امت ہے۔ پھر میں نے اس سے بھی بڑی ایک جماعت دیکھی جو ہر طرف چھائی ہوئی تھی مجھ سے کہا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور اس کے ساتھ ستر ہزار انسان وہ بھی ہوں گے جو جنت میں اس طرح جائیں گے کہ ان کا حساب نہ ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ وہ لوگ کون ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> یہ وہ لوگ ہیں جو پرندوں کے ذریعہ نہ شگون لیتے ہیں، نہ داغ لگواتے ہیں اور نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصنؓ نے دریافت فرمایا کیا میرا بھی شمار ان ہی میں ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں تم بھی ان ہی میں ہو۔ ایک دوسرے شخص نے پوچھا کہ کیا

ہیں بھی ان ہی لوگوں میں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عکاشہؓ تم سے اس میں سبقت لے گئے۔ (بخاری)

اس روایت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ تدبیر کے مقابلہ میں توکل کا مقام اونچا ہے۔ علاج کرانا جائز تو ہے لیکن جو شخص بیماری میں دوا علاج کی فکر نہ کرے اور خدا پر بھروسہ رکھے۔ اس کا شمار ان ستر ہزار خوش نصیب انسانوں میں ہوگا جو بغیر کسی حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے لیکن یہ استدلال کئی پہلوؤں سے غلط ہے۔ اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپؐ کا اسوہ یہ ہے کہ صحت خراب ہو تو علاج کرایا جائے۔ اس لئے جو شخص علاج کراتا ہے وہ سنت پر عمل کرتا ہے اور جو نہیں کراتا وہ سنت کو ترک کرتا ہے۔ علاج نہ کرانا کسی فضیلت کا باعث ہوتا تو یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے احتراز فرماتے۔ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج اس لئے کرایا تاکہ امت کو یہ بتایا جائے کہ یہ ایک جائز فعل ہے۔ اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ علاج کرانا شرعاً بہتر ہے اور فضیلت کا باعث ہے لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اگر قرآن و حدیث میں اشارۃً یا کنایۃً ہی سہی علاج و معالجہ سے منع کیا گیا ہوتا تو اسے منسوخ کرنے اور جواز کا حکم دینے کی ضرورت پیش آتی جب اس سے منع ہی نہیں کیا گیا تو اس کا جواز از خود ثابت ہے۔ کسی حکم کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر یہ کہ جواز ثابت کرنے کے لئے دو ایک بار کا علاج بھی کافی ہو سکتا تھا حالانکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت علاج کرایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دوائیں یا علاج بتائے جاتے تھے ان کی وجہ سے حضرت عائشہؓ کی طبی معلومات اتنی زیادہ ہو گئی تھیں کہ لوگ اس پر تعجب کرتے تھے۔

کسی صحیح حدیث میں صراحت کے ساتھ ترک علاج کی کوئی فضیلت نہیں بیان ہوئی ہے اس کے برخلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف امراض کی دوائیں اور ان کے علاج بتائے ہیں۔ اکابر صحابہؓ کو علاج کا مشورہ دیا ہے اور انہوں نے اس پر عمل بھی کیا ہے۔ کسی صحابیؓ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے علاج سے احتراز کیا ہو۔ ترک علاج افضل ہوتا تو صحابہ کرامؓ حتی الوسع اس سے اجتناب فرماتے۔

• علاج کو توکل کے منافی سمجھنا بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ توکل یہ نہیں ہے کہ آدمی اسباب و وسائل کو اختیار نہ کرے بلکہ توکل کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو اصل اعتماد اسباب و وسائل پر نہیں بلکہ خدا کی ذات پر ہو۔ وسائل کو اختیار کئے بغیر توکل غلط قسم کا توکل ہوگا۔ بیماری میں توکل یہ ہے کہ آدمی دوا علاج کرنے کے باوجود اللہ پر بھروسہ رکھے اور مرض اور شفا کو اسی کی جانب سے سمجھے۔ امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔

صحیح احادیث میں علاج کا حکم ہے۔ یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔ جس طرح بھوک۔ پیاس۔ گرمی اور سردی کو جو چیزیں دور کرتی ہیں ان کے ذریعہ ان کو دور کرنا خلاف توکل نہیں ہے۔ اسی طرح علاج بھی توکل کے خلاف نہیں ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ توحید کی حقیقت ہی اسوقت مکمل ہوتی ہے جب کہ آدمی ان اسباب کو استعمال کرے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مسببات کو مقدر کر رکھا ہے اور شرعاً ان کے استعمال کا حکم دیا ہے۔ ان کو چھوڑنے والا اپنی جگہ یہ سمجھتا ہے کہ اسے توکل کا اعلیٰ مقام حاصل ہے حالانکہ اس سے توکل کو بھی نقصان پہنچتا ہے اور یہ اللہ کے قانون اور حکمت کے بھی خلاف ہے۔

توکل کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کو دین و دنیا کے کسی بھی فائدہ کو حاصل کرنے اور دونوں جگہ کے کسی بھی نقصان سے بچنے میں اللہ پر اعتماد ہو۔ اس اعتماد کے ساتھ اسباب کا اختیار کرنا بھی ضروری ہے ورنہ آدمی حکمت و شریعت دونوں کو چھوڑنے والا ہوگا۔ نہ تو اسے عجز و کوتاہی کو توکل سمجھنا چاہیئے اور نہ توکل کو عجز اور کوتاہی بنا دینا چاہیئے۔

(الطب النبوی)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

جس شخص کو اللہ تعالیٰ پر وثوق ...
... اور اعتماد ہو اور جسے یہ یقین ہو کہ اللہ ہو کہ اللہ کا فیصلہ بہرحال نافذ ہو کر رہے گا۔ اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع میں اسباب و وسائل کو اختیار کرنا توکل کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں (ایک نہیں) دو زرہیں پہنیں۔ سر مبارک کی حفاظت کے لئے خود استعمال فرمایا (احد میں) گھاٹی کے دہانے پر تیراندازوں کو بٹھایا۔ مدینہ کے اطراف خندق کھدوائی۔ حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کی (صحابہ کو) اجازت دی خود بھی ہجرت فرمائی۔ کھانے پینے کے ساز و سامان رکھے۔ گھر والوں کے لئے غلہ جمع کیا اور اس کا انتظار نہیں کیا کہ آسمان سے کوئی چیز نازل ہو حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق ہو سکتے تھے۔ اسی طرح ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں اپنے اونٹ کو باندھوں یا کھلا چھوڑ دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے باندھو اور پھر توکل کرو۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشارہ کیا کہ احتیاط سے توکل ختم نہیں ہوتا۔

(فتح الباری)

جب دوا علاج کرانا توکل کے منافی نہیں ہے تو پھر حضرت عکاشہ بن محصنؓ کی

روایت کا کیا مطلب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں ممنوع اور ناپسندیدہ طریقوں کو اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ صحیح طریقوں کی احادیث میں نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔ اس حدیث میں پہلی بات یہ کہی گئی:

هم الذين لا يتطيرون

یہ وہ لوگ ہیں جو پرندوں کے ذریعے شگون نہیں لیتے۔

اہل عرب کسی کام کے لئے نکلتے یا کوئی مقصد ان کے سامنے ہوتا تو یہ جاننے کے لئے کہ اس میں کامیاب ہوں گے یا ناکام پرندوں کے ذریعے شگون لیتے تھے۔ اس کا دائیں جانب اڑنا مبارک سمجھا جاتا تھا۔ اس کی ان کے نزدیک زیادہ اہمیت نہیں تھی، البتہ اس کے بائیں جانب پرواز کرنے کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ یہ نحوست کی علامت تھی۔ چنانچہ "تطیر" بدفالی ہی کو کہا جاتا ہے۔ اسلام نے اس طرح کے اوہام کو ختم کر دیا، البتہ کسی موقع پر کسی کی زبان سے کوئی اچھا کلمہ نکل جائے تو اس سے خوشی محسوس کرنا ایک فطری بات ہے۔ اس سے اسلام منع نہیں کرتا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

پرندوں کے ذریعہ شگون لینا صحیح نہیں ہے۔ اس میں بہتر چیز فال ہے۔ لوگوں نے پوچھا فال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اچھی بات جو تم میں سے کوئی شخص سنتا ہے۔ (بخاری)

زیر بحث حدیث میں دوسری بات یہ کہی گئی ہے: لا یکتوون۔ اور وہ داغ نہیں لگواتے۔

بعض امراض میں لوہا گرم کر کے داغ دیا جاتا تھا۔ عربوں میں یہ احساس تھا کہ اس سے بیماری کا بالکلیہ استیصال ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی احتیاطی طور پر بھی داغ لگوایا جاتا تھا۔ یہ ایک بہت ہی سخت اور تکلیف دہ علاج ہے۔ اس میں بے احتیاطی سے نقصان پہنچنے کا شدید خطرہ رہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور علاج اس کی افادیت تو تسلیم کی ہے لیکن جہاں تک ہو سکے اس سے بچنے کی تلقین کی ہے اور بلا ضرورت اس علاج کو ناپسند فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

شفاء تین چیزوں میں ہے شہد کا گھونٹ، پچھنے کا نشان اور آگ سے داغ لگانا۔ میں اپنی امت کو داغ لگانے سے منع کرتا ہوں۔ (بخاری)

حضرت عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے داغ لگوانے سے منع فرمایا (حرام نہیں قرار دیا) ہم نے داغ لگوایا لیکن ہم نے فلاح نہیں پائی اور کامیاب نہیں ہوئے۔ (ابوداؤد)

ان احادیث میں داغ کے ذریعہ علاج کی جو ممانعت ہے وہ حرمت کے لئے نہیں ہے بلکہ اس سے کراہت اور ناپسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے صحابۂ کرامؓ نے وقتِ ضرورت اس پر عمل کیا ہے۔ اگر یہ طریقۂ علاج ممنوع یا حرام ہوتا تو ظاہر ہے صحابۂ کرامؓ اس سے بالکل اجتناب فرماتے لیکن ان احادیث سے بہرحال یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شدید ضرورت کے بغیر داغ لگوانا یا احتیاطی تدبیر کے طور پر اس پر عمل کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔ اوپر کی حدیث میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جو اس ناپسندیدہ علاج سے حتی الوسع پرہیز کرتے ہیں۔

تیسری صفت جس کا حدیث میں ذکر ہے وہ یہ ہے:

ولا یسترقون وہ جھاڑ پھونک نہیں کرتے ہیں۔

اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ دورِ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کا رواج تھا۔ اس میں غیر اسلامی اور مشرکانہ تصورات بھی شامل ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا لیکن اگر اس طرح کی خرابی نہ ہو تو اس کی اجازت بھی دی۔ عوف بن مالک اشجعیؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا تو فرمایا:

اعرضوا علی رقاکم لا بأس بالرقی ما لم یکن فیہ شرک (مسلم)

جو جھاڑ پھونک تم کرتے ہو اسے میرے سامنے پیش کرو۔ اگر جھاڑ پھونک میں شرک کی آمیزش نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

جھاڑ پھونک کو علماء نے تین شرائط کے ساتھ بالاتفاق جائز قرار دیا ہے۔ ایک یہ کہ اللہ کے کلام اور اس کے اسماء و صفات کے ذریعہ جھاڑ پھونک کی جائے۔ دوسری یہ کہ عربی زبان میں ہو۔ کسی اور زبان میں ہو تو اس کا معنی و مفہوم سمجھ میں آئے تاکہ اس میں کوئی غلط بات شامل ہو تو اسے ترک کر دیا جائے۔ تیسری یہ کہ جھاڑ پھونک کے بارے میں یہ اعتقاد نہ ہو کہ بذاتِ خود اس میں تاثیر ہے بلکہ یہ سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس میں تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ (فتح الباری)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فی نفسہ جھاڑ پھونک سے منع نہیں کیا گیا ہے بلکہ مشرکانہ کلمات کے ذریعہ جھاڑ پھونک سے منع کیا گیا ہے۔

جہاں تک اس سلسلہ میں قرآن و حدیث کی دعاؤں کا تعلق ہے۔ ان کے جواز بلکہ استحباب میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے۔ (باقی صفحہ ۲۱ پر)

تحسین احمد

لوہا

لوہا ابتدائے زمانہ ہی سے انسان کا ساتھی رہا ہے۔ پیغمبر خدا بھی لوہے سے کام لیتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام خاص طور سے لوہے کا کام کرتے تھے۔ اس کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ اردو میں لوہا اور عربی میں **اَلحدید** کہا جاتا ہے جبکہ انگریزی میں اسے آئرن (IRON) اور فارسی میں آہن کہتے ہیں۔ ابتدا میں لوہا پرندوں اور جانوروں کا شکار کرنے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ بعد میں اس کے استعمال بڑھتے گئے اور لوہے کی مختلف اشیاء بننے لگیں اور پھر لوہا ہی دنیا کی ترقی کی بنیاد قرار پایا۔ لوہا عموماً آکسیجن کے مرکبات کی صورت میں پایا جاتا ہے۔ ان میں ہیماٹائٹ، میگنا ٹائٹ، لیمو نائٹ، سیڈرائٹ اور پائرائٹ شامل ہیں۔ لوہے کو آکسیجن سے علیحدہ کرنے کے لئے بڑی بڑی بھٹیوں میں ڈالا جاتا ہے۔ لوہے کا نقطہ پگھلاؤ تقریباً "۱۱۰۰" سینٹی گریڈ ہے۔ لوہے کے ساتھ سرخ کوک اور کوئلہ پتھر ملا کر پگھلایا جاتا ہے اس طرح کاربن ڈائی آکسائیڈ یا کاربن مونو آکسائیڈ کی شکل میں کوک اور کوئلہ علیحدہ ہو جاتا ہے اور لوہا سیال مادے کی شکل میں ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں چونے پتھر کے استعمال سے لوہے میں موجود سلیکا قسم کی کثافتیں سلیکیٹ بن کر سلیگ کی شکل میں اوپر کی تہہ پہ تیرنے لگ جاتی ہیں۔ ان کو تھما کر پکی سڑکیں بچھانے کے کام میں لایا جاتا ہے۔ بعد ازاں ریت کے سانچوں میں ڈال کر تین فٹ لمبے اور تقریباً چار انچ قطر کے ٹکڑوں کی شکل میں ٹھنڈا کرایا جاتا ہے۔ لوہے کی اس حالت کو (CAST IRON) یعنی دیگی لوہا کہا جاتا ہے۔ یہ لوہے کی ناقص قسم ہے اس قسم میں چار فیصد کاربن کچھ فاسفورس اور گندھک ملی ہوتی ہے۔ لوہے کی یہ قسم کم درجہ حرارت پر بھی پگھل جاتی ہے۔ اس کو عمدہ شکل دینے کے لئے دوسری بڑی بھٹی میں ڈال کر پگھلایا جاتا ہے۔ اس کے لئے اس میں آئرن آکسائیڈ بھی ملایا جاتا ہے۔ اسے پڈلنگ کہا جاتا ہے۔ فاسفورس اور سلکان کے فاسفیٹ اور سلیکیٹ سلیگ بن جاتے ہیں۔ ٹھنڈا ہونے سے پہلے پہلے لوہے کو کوٹا جاتا ہے تاکہ مزید سلیگ باہر آجائے۔ یہ لوہے کی خالص قسم ہوتی ہے۔ یہ خالص لوہا عام دیگی لوہے کی نسبت دیر سے پگھلتا ہے۔ اس لوہے کو تاروں کی شکل میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ یہ لوہا ویلڈنگ کے کام بھی آتا ہے۔ اس لوہے کو فولاد میں تبدیل کرنے کے لئے ایک بھٹی میں ڈالا جاتا ہے۔ اور مینگنیز، نکل، کرومیم اور ٹنگسٹن بقدر ضرورت ملایا جاتا ہے تاکہ لچک پیدا ہو۔ جب لوہے کو ہوا میں رکھا جاتا ہے تو لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اس زنگ کو آکسائیڈ کہتے ہیں۔ لوہے کو زنگ سے بچانے کے لئے وارنش کریں یا پالش وغیرہ لگائی جاتی ہے یا پھر قلعی اور جست کی تہہ بھی چڑھا دی جاتی ہے۔

اقسام

۱۔ پہلی قسم مینگانیزی فولاد ہے۔ اس سے سیف یا بڑی الماریاں بنائی جاتی ہیں۔

۲۔ نکل اسٹیل سے آٹوموبائل پارٹس بنائے جاتے ہیں۔ اس میں سختی زیادہ ہوتی ہے۔

۳۔ ٹنگسٹن اسٹیل سے بڑی بڑی مشینیں بنائی جاتی ہیں۔

۴۔ سلیکان اسٹیل چونکہ لچکدار رہتا ہے اس لئے بڑے اسپرنگ اور کمانیں بنتی ہیں۔

۵۔ کرومیم اسٹیل سے بال بیرنگ، برتن اور آلات بنائے جاتے ہیں۔ یہ اسٹیل زنگ سے محفوظ ہوتا ہے۔

۶۔ ویناڈیم اسٹیل سے گاڑیوں کے گیئر، دھرے وغیرہ تیار کئے جاتے ہیں۔

۷۔ مولبڈینم سے گھوڑوں کے نعل، بجلی کے تار، کابلے، پٹڑیاں، زرعی آلات، کاروں کے فریم، ٹریکٹر، نہروں، دریاؤں کے پل، مضبوط پتی اور جستی چادریں تیار کی جاتی ہیں۔

غرض لوہا انسانی زندگی کا جزو لاینفک ہے۔ بلیو پرنٹ پیپر بھی لوہے کے مرکبات سے تیار ہوتا ہے۔ لوہے کے ایک مرکب فیرک کلورائیڈ کو الکحل میں ملا کر ٹنکچر آف آئرن تیار کیا جاتا ہے۔ لوہا کانوں کے علاوہ پھلوں، سبزیوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ امرود، انار، آم، سیب اور مسور کی دال میں لوہے کے مرکبات کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ ان مرکبات کی وجہ سے یہ اشیاء لذیذ بھی ہوتی ہیں۔

دعائے صحت کی استدعا

ترجمان اسلام کے مدیر معاون زاہد بلند شہری کی والدہ ماجدہ عرصہ ۲ سال سے جوڑوں کے درد میں مبتلا ہیں۔

اکابر اور قارئین کرام سے استدعا ہے کہ وہ موصوف کی والدہ محترمہ کے لئے خصوصی دعائے صحت کاملہ و عاجلہ فرمائیں۔ آمین

سید عطاء الرحمن جعفری
بی۔اے (آنرز)

شرق اوسط میں ایک نیا وفاق اور اس کے مقاصد

مغربی دنیا خلیج کے چھ عرب ممالک کے وفاق کو شک کی نظروں سے دیکھتی ہے۔ ابوظہبی میں ان ممالک کی سربراہی کانفرنس مذہبی رسومات۔ عرب روایات کے مطابق تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہوئی۔ بظاہر ان ریاستوں میں سے ہر ایک کا مقصد معاشیات اور بیرونی امور میں تعاون بتایا جاتا ہے، لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ تعاون کا یہ نظریہ امریکہ کی آر۔ ڈی۔ ایف یعنی ریپڈ ڈیپلومنٹ فورس کے خلاف ردعمل ہے

گذشتہ جنوری میں کویت کی حکومت نے خلیج کی ریاستوں کو روس اور امریکہ کی چپقلش سے محفوظ رکھنے کے لیے باہمی تعاون کی کونسل کا نظریہ پیش کیا تھا۔ ۱۹۷۱ء کے آخری مہینوں میں جب سے انگریزوں کی فوج نے یہ علاقہ خالی کیا تھا یہ شور ہوتا رہا ہے کہ اس خلاء کو کون پُر کرے گا۔ اور یہ کہ خلیجی حکومتیں ہی اپنے مفادات کی نگرانی کے لئے اس خلاء کو پُر کر سکتی ہیں۔ کویت کو یہ بھی شکایت ہے کہ انگریزی فوج کے انخلاء سے بہت پہلے امریکہ اس علاقہ میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ خلیج کی حفاظت کی ذمہ داری سے قطع نظر بیرونی مداخلت سے یہ علاقہ اور مخدوش ہو جائے گا اور مخالف کیمپ کی فوجیں بھی یہاں آکر براجمان ہو جائیں گی۔ بالفاظ دیگر امریکہ جس راستے پر چلتا ہے روس اس کی پیروی ضرور کرتا ہے۔ اندریں حالات کویت کا خیال ہے کہ خلیج کا علاقہ مکمل طور پر امن کا علاقہ اور سپر طاقتوں کے دباؤ اور جوڑ توڑ سے آزاد ہے۔

بظاہر یہ شیخ چلی کا خواب ہے کیونکہ یہاں تیل ایسی دولت موجود ہے جس پر دونوں بڑی طاقتوں میں سے ایک بڑی طاقت امریکہ کی بقا کا انحصار ہے وہاں غیر ملکی مداخلت سے محفوظ رہنے کا خیال ہی لایعنی ہے۔

حفاظت کے معاملے میں سب سے زیادہ ناخوش اومان ہے۔ اس ریاست کا آبنائے ہرمز پر کنٹرول ہے اور یہ ایک ایسی آبی شاہراہ ہے جس سے غیر کمیونسٹ دنیا کے لئے تیل گزرتا ہے۔ اومان جزیرہ نمائے عرب کی انگلی پر واقع ہے۔ علاوہ ازیں اس کا ساحل سمندر غیر محفوظ ہے۔ ایک طویل عرصہ سے اس ملک کی سلامتی کا انحصار مغربی طاقتوں پر ہے۔ بالخصوص انگریزوں سے اس کا تعلق تاریخی ہے اور آج بھی سول اور فوجی محکموں میں مشیر انگریز ہی ہیں؛ لہٰذا اومان نہ تو کویت کے خیالات کا حامی ہے اور نہ ہی دوسری ریاستوں کے حفاظت کے اقدامات میں جلد بازی کا قائل ہے۔

ابوظہبی میں کونسل کے میثاق پر جن چھ عرب سربراہوں نے دستخط کئے ہیں ان میں سے سلطنت اومان کے حکمران سلطان قابوس بن سعید زیادہ خوش نہیں تھے۔ ان حالات کے باوجود معاشی اشتراک طاقت ہے اور یہ چھ عرب ملک یعنی سعودی عرب۔ کویت۔ قطر۔ متحدہ عرب امارات۔ اومان اور بحرین مجموعی طور پر اتنے مالدار ہیں کہ اتحاد کی صورت میں ان کا وقار یورپ کی اقتصادی برادری سے بھی زیادہ بلند ہو جائے گا۔

یہ مملکتیں تعاون کونسل بنانے کا بھی ارادہ رکھتی ہیں۔ سربراہان مملکت کی ایک سپریم کونسل بھی ہوگی جس کا سالانہ اجلاس ہوا کرے گا۔ وزراء کی کونسل کا اجلاس سال میں چار مرتبہ ہوگا۔ اس وفاق کا ایک سیکریٹریٹ بھی ہوگا جو کہ بین المملکتی مناقشات کو نمٹائے گا۔ سیکریٹری جنرل کے فرائض عبداللہ بشارا انجام دیں گے۔ یہ صاحب اقوام متحدہ میں کویت کے سفیر رہ چکے ہیں اور اسوقت اپنی قابلیت اور معاملہ فہمی کے باعث عالمی اخبارات کی شہ سرخیوں کا مرکز بن گئے تھے جب انہوں نے پی۔ایل۔او (تنظیم آزادی فلسطین اور اقوام متحدہ

میں امریکہ کے سفیر مسٹر اینڈ ریو ینگ کے درمیان مذاکرات کا سلسلہ چلا یا تھا تو امریکی سیاست میں ایک دھماکہ ہوا تھا اور نتیجتاً مسٹر ینگ کو استعفیٰ دینا پڑا تھا کیونکہ وہ ممکنہ میٹنگ کے متعلق صدر کارٹر کو قائل کرنے میں ناکام ہو گئے تھے۔

ان چھ عرب ریاستوں کی خارجہ پالیسی مندرجہ ذیل پر مبنی ہو گی:

۱۔ بڑی طاقتوں کی آویزش سے علیحدہ رہنا۔
۲۔ پی۔ ایل۔ او (تنظیم آزادیٔ فلسطین) کی مکمل حمایت
۳۔ کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کی مخالفت

چھ ممالک کا وفاق سب سے پہلے تجارت کسٹم ڈیوٹی۔ رسل و رسائل۔ تعلیم و ثقافت سماجی بہبود۔ معالجات۔ اطلاعات و سیاحت قانون سازی اور انتظامی مسائل۔ صنعت۔ معدنیات۔ زراعت۔ حیوانات اور آب رسانی کے معاملات میں اشتراک عمل کرے گا اور ایک سائنسی ریسرچ سینٹر بھی قائم کرے گا۔ مشترکہ منصوبہ بندی اور نجی سرمایہ کاری کو بھی فروغ دیا جائے گا۔

ان کی آبادی بہت کم ہے اور مجموعی طور پر ڈیڑھ کروڑ سے زیادہ نہیں ہے جس میں سے ایک کروڑ کے لگ بھگ سعودی عرب کی آبادی ہے، لیکن ان کے پاس تیل کی بڑی طاقت ہے اس لئے دولت سے مالا مال ہیں۔ فی کس آمدنی کے حساب سے کویت دنیا کا امیر ترین ملک ہے۔ ان ممالک نے معاشی میدان میں خاص جدوجہد کی ہے۔ نیا وفاق یہ کوشش بھی کرے گا کہ سب کی کرنسی ایک ہی ہو۔ ایک نئی تجویز یہ بھی ہے کہ ایک ایسی پائپ لائن بچھائی جائے جس کے ذریعے بیرونی تیل کی تجارت اس وقت بھی قائم رکھی جا سکے جب کسی وقت آبنائے ہرمز بند ہو جائے۔

جب یہ چھ سربراہان مملکت ایک گول میز کے گرد بیٹھے ہوئے تھے اور یقیناً اس میں سعودی عرب کے شاہ خالد کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ ان کے وزرائے خارجہ بھی موجود تھے۔ عربوں کی روایتی تعاریب کا سماں انتہائی پرشکوہ تھا۔ رپورٹروں کو چند لمحے کے لئے اندر جانے کی اجازت دی گئی تھی تاکہ وہ یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔ اس وقت اسلامی کونسل آرگنائزیشن کے جنرل سیکرٹری خطبۂ استقبالیہ پڑھ رہے تھے اور ارد گرد چھ ملکوں کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔ ماحول میں محبت و اخوت کی خوشبو رچی ہوئی تھی اور سارا ہال روشنی سے جگمگا رہا تھا۔ دیوار پر سبز و سرخ پھول وفاق کی علامت بن کر چمک رہا تھا۔

یہ یادگاری سربراہی کانفرنس شرق اوسط کی تاریخ میں سنگ میل ثابت ہو گی۔ یہ اتحاد ایک درست اقدام ہے۔ بڑی طاقتوں کی آویزش سے بچنے کے لئے وفاق کو اپنی فوجی قوت میں بے پناہ اضافہ کرنا ہو گا اور دولت کی بے انتہا فراوانی کے باعث ایسا کرنا وفاق کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

آہ شیخ القراء

صبح درس فرمایا، اس میں ایک بات یہ فرمائی کہ جہاں پھول ہوتے ہیں وہاں کانٹے بھی ہوتے ہیں اور جہاں دین کا کام ہوتا ہے وہاں مخالف بھی ہوتے ہیں۔ گھبرانا نہیں چاہیئے۔

بندہ تو یہی سمجھا کہ حضرت قاری صاحب کو تسلی دے رہے تھے کیونکہ ان دنوں قاری صاحب کافی پریشان تھے۔ میرے سامنے مفتی صاحب کا ذکر فرماتے کہ وہ کراچی میں زیر علاج ہیں۔ حضرت درخواستی نے ان کو فون کرنا ہے۔ وہ بھی مفتی صاحب کے بارے میں بہت پریشان ہیں۔ یہ لوگ دین کی خدمت کرنے والے تھے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ہم کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمادیں۔ آمین

بقیہ: مرض و صحت ...

پھر ان کے ترک کو افضل کیسے کہا جا سکتا ہے حدیث میں جس یقین اور توکل کی تعلیم دی گئی ہے دعائیں اسے مضبوط اور اس میں اضافہ کرتی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر حدیث میں غلط یا ناپسندیدہ طریقوں سے اجتناب کی فضیلت بیان کی گئی ہے تو اس سے ہر مومن بچتا ہی ہے اور اسے فی الواقع بچنا بھی چاہیئے۔ پھر ان ستر ہزار کی کیا خاص فضیلت ہے جب کہ حدیث بتاتی ہے کہ ان کو دوسروں پر امتیاز اور فضیلت حاصل ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بیماری میں خاص طور پر جب کہ وہ طول کھینچ جائے یا پیچیدہ شکل اختیار کرے تو علاج کے صحیح اور پسندیدہ طریقوں ہی پر قناعت کرنا بہت مشکل ہے۔ صحت اتنی عزیز ہوتی ہے کہ ایسی صورت میں بہت سے نیک اور صالح لوگ بھی حرام اور ممنوع دواؤں کے استعمال سے باز نہیں رہتے۔ خدا پر ان کا یقین بھی کمزور پڑنے لگتا ہے اور بڑی آسانی سے جادو منتر، ٹونوں اور ٹوٹکوں اور قبروں اور مزاروں کا سہارا لینے لگتے ہیں۔ اس وقت علاج کے جائز طریقوں ہی پر اکتفا کرنا، غیر اللہ سے استعانت نہ چاہنا، اور صرف اللہ پر بھروسہ رکھنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ اس کے لئے بڑے ایمان و یقین اور توکل کی ضرورت ہے۔

حدیث سے بظاہر یہ شبہ بھی ہوتا ہے کہ اس طرح کے اصحاب توکل امت میں صرف ستر ہزار ہوں گے لیکن اس طرح کے اعداد کثرت کے اظہار کے لئے بھی ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان افراد کی خصوصیات کے افراد کی تعداد بھی اس امت

آہ شیخ القراء

حضرت قاری صاحب حصولِ تعلیم کے لئے ایران سے کوئٹہ تشریف لائے۔ کوئٹہ میں مدرسہ عربیہ مطلع العلوم میں حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مدظلہٗ سے درسِ نظامی پڑھتے رہے۔ قاری صاحب نے ایک دفعہ بندہ کو فرمایا کہ اس مدرسے کے اکثر طلبہ مجھ سے اس لئے نفرت کرتے تھے کہ ان کے خیال میں میں سُنی العقیدہ نہیں ہوں، حالانکہ میں اور میرے سارے خاندان کے لوگ اہلسنت والجماعت ہیں۔ مجھے فارسی اور بلوچی زبان بھی آتی تھی۔ کوئٹہ کے مدرسہ میں اکثر بروہی زبان کے طلباء تھے تو مجھے حضرت مولانا عبدالغفور صاحب فارسی زبان میں اکثر اسباق پڑھایا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد میں نے پشتو، بروہی اور اردو زبان بھی سیکھ لی اور سب طلبہ کو بھی معلوم ہو گیا کہ میں صحیح العقیدہ ہوں۔ کوئٹہ سے پھر مزید درسِ نظامی کے لئے ٹنڈو آدم چلا گیا۔ وہاں شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحبؒ تھے۔ ان سے تجوید و قرأت اور درسِ نظامی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ اور مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ کیمبلپوری سے پڑھتا رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت قاری عبدالمالک صاحب کو لاہور والے مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ کے احباب لے گئے تو میں بھی حضرت قاری صاحب کے ساتھ لاہور چلا آیا اور تجوید و قرأت حضرت قاری صاحب سے عشرہ تک پڑھی اور دورہ حدیث جامعہ اشرفیہ میں حضرت استاذ العلماء مولانا رسول خان صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی سے پڑھا۔ اس عرصہ میں قاری صاحبؒ مسجد باغیچہ نواب صاحب لٹن روڈ، مزنگ لاہور میں خطابت اور امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور قاری عبدالمالک صاحب کو بھی دارالعلوم الاسلامیہ سے اسی مسجد میں لے گئے۔ یہاں مدرسہ مرکزی دارالترتیل کی بنیاد رکھی۔ غالباً ۱۹۶۱ء میں قاری محمد شریف صاحب اور قاری حسن شاہ صاحب بھی پڑھایا کرتے تھے تو قاری غلام نبی صاحبؒ خطابت و امامت کے علاوہ تجوید کی کتب کے علاوہ عربی کتب بھی طلبہ کو بڑی محنت سے پڑھایا کرتے تھے۔ حضرت قاری عبدالمالک صاحب کے انتقال کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال بعد حضرت درخواستی صاحب تشریف لائے۔ فرمایا کہ مجھے کوئٹہ کے لوگ بہت اصرار کرتے ہیں کہ یہاں تجوید کا مدرسہ جاری فرما دیں تو میں قاری غلام نبی صاحب کو لینے آیا ہوں۔ قاری صاحب چونکہ کئی زبانیں جانتے تھے اور کوئٹہ کے لئے قاری صاحب ہی موزوں تھے۔ جب کوئٹہ تشریف لے گئے تو وہاں مدرسہ مرکزی تجوید القرآن کھولا جس میں بڑے بڑے علماء اور حفاظ آکر پڑھتے تھے۔ کوئٹہ کی سب سے بڑی جامع مسجد پنجابی کے خطیب مولانا عبدالشکور صاحب سنہری مسجد کے خطیب مولانا فیروزالدین صاحب بلدیہ مسجد کے خطیب مولانا قاری حبیب الرحمٰن صاحب قاری صاحب کے پاس آکر تجوید پڑھتے تھے۔ قاری صاحب بہت بڑے اخلاق کے مالک تھے اور علم میں پورا عبور حاصل تھا۔ نہایت ہی متقی شخص تھے۔ تہجد گذار، ہر ماہ سنت کے مطابق تین ایام تک روزے پابندی سے رکھا کرتے تھے۔ کسی کی غیبت نہیں فرماتے تھے۔ قاری صاحب بڑی محنت سے پڑھاتے تھے۔ دن کو اسباق زیادہ ہونے کی وجہ سے عشاء کی نماز کے بعد بارہ، ایک بجے تک پڑھایا کرتے تھے۔ شفیق استاذ ہونے کی وجہ سے ہی کوئٹہ کے علماء، قراء اور عوام بہت ہی زیادہ احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ قاری صاحب تین دفعہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ بندہ کو جب بھی خط تحریر فرماتے تو یہ جملہ ضرور تحریر فرماتے کہ میرے خاتمہ بالایمان کی ضرور دعا کرنا۔ قاری صاحب کی اہلیہ حافظہ تھیں۔ پچھلے سال رمضان المبارک میں وہ انتقال فرما گئیں اور امسال قاری صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرما دیں۔

قاری صاحب حضرت درخواستی صاحب کے خصوصی شاگرد اور مرید بھی تھے۔ حضرت درخواستی کو قاری صاحب سے ازحد محبت تھی۔ ایک دفعہ حضرت درخواستی صاحب اچانک کوئٹہ تشریف لے گئے کسی کو اطلاع نہ دی کہ میں کوئٹہ آرہا ہوں۔ تقریباً آج سے ۱۶-۱۷ سال قبل کی بات ہے۔ حضرت فرمانے لگے میں نے خیال کیا کہ قاری صاحب حج کر کے آرہے ہیں ملاقات کر آؤں۔ گذشتہ سال اگست ۸۰ء میں بندہ کوئٹہ گیا تو حضرت درخواستی بھی وہاں تشریف فرما تھے۔

باقی ص۲۱ پر

شہر شہر سے — ترتیب: مدیر معاون

مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ایم۔ آر۔ ڈی کے بارے میں کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکا

چھ رکنی کمیٹی جماعتی لائحہ عمل کے بارے میں متفقہ فارمولا تجویز کرے گی۔ مولانا فضل الرحمن

مولانا عبید اللہ انور کا استعفیٰ مجلس شوریٰ نے متفقہ طور پر نامنظور کر دیا۔

نظام العلماء پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ۲۹ اگست ۸۱ء کو مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں امیر مرکزیہ حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی دامت برکاتہم کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ مجلس شوریٰ کی پہلی نشست ظہر کے بعد ہوئی جبکہ دوسری نشست عشاء کی نماز کے فوراً بعد شروع ہوئی اور صبح تین بجے تک جاری رہی۔ اس سے قبل مجلس عاملہ کا اجلاس بھی امیر مرکزیہ کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں متعلقہ امور پر ابتدائی صلاح مشورہ کیا گیا۔ مجلس شوریٰ میں سب سے پہلے مرکزی ناظم عمومی مولانا عبید اللہ انور کا استعفیٰ زیر بحث آیا جو انہوں نے اجلاس سے قبل امیر مرکزیہ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ وہ علالت اور دیگر مصروفیات کی وجہ سے متحرک کردار ادا نہیں کر سکیں گے۔ مگر مجلس شوریٰ نے استعفیٰ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور بیشتر ارکان شوریٰ بالخصوص مولانا محمد اجمل خان اور مولانا صاحبزادہ فضل الرحمن نے اعلان کیا کہ مولانا عبید اللہ کی مسلسل علالت اور وقت نہ دے سکنے کی مجبوری کے باوجود ہم ان کی قیادت میں کام کریں گے اور ان کی عملی ذمہ داریوں کو مرکزی نظام سرانجام دیں گے۔

اس کے بعد مجلس شوریٰ میں جماعتی پالیسی کا مسئلہ زیر بحث آیا اور اس پر دو پہلوؤں سے گفتگو ہوئی۔ ایم۔ آر۔ ڈی سے تعلق یا عدم تعلق کے سلسلہ میں بیشتر ارکان شوریٰ کی رائے یہ تھی کہ ہمارا پیپلز پارٹی کے ساتھ کسی اشتراک یا معاہدہ میں چلنا مشکل ہے، اس لئے ہمیں اپنے پلیٹ فارم سے کام کرنا چاہیئے جبکہ دیگر ارکان کی رائے یہ تھی کہ ایم۔ آر۔ ڈی سے لاتعلقی کے اعلان کی ضرورت نہیں بلکہ ہمیں سابقہ پوزیشن پر رہتے ہوئے عملی پروگرام شروع کرنا چاہیئے۔ اسی طرح جماعت کی اپنی پالیسی کے بارے میں بعض بزرگوں کی رائے تھی کہ ہمیں ہر صحیح بات کی حمایت اور ہر غلط بات کی مخالفت کے اصول کو اپنی پالیسی کی بنیاد بنانا چاہیئے۔

لیکن صبح تین بجے تک کسی حتمی نتیجہ پر نہ پہنچ سکنے کے باعث امیر مرکزیہ نے اجلاس بغیر کسی فیصلہ کے برخواست کر دیا۔ اجلاس ختم ہونے کے بعد مجلس شوریٰ کے ارکان میں غیر رسمی بات چیت صبح نو بجے تک جاری رہی اور اس میں یہ تجویز طے ہوئی کہ جماعتی لائحہ عمل کے بارے میں متفقہ فارمولا طے کرنے کے لئے مولانا غلام ربانی رحیم یار خان، مولانا عبد الواحد کوئٹہ، مولانا زاہد الراشدی گوجرانوالہ، قاری نور الحق قریشی ایڈووکیٹ ملتان، میر صبغ صادق خان کھوسہ سکھر اور امیر نواز خان ایڈووکیٹ بنوں پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کر دی جائے۔

بعد ازاں ناظم اول مولانا فضل الرحمن نے جامعہ مدنیہ میں اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے چھ رکنی کمیٹی کا اعلان کیا اور کہا کہ یہ کمیٹی اپنی تجاویز امیر مرکزیہ کی خدمت میں پیش کرے گی۔ ناظم اول نے یہ بھی اعلان کیا کہ مجلس شوریٰ نے مولانا عبید اللہ انور کا استعفیٰ متفقہ طور پر مسترد کر دیا ہے۔

مولانا فضل الرحمن نے کہا کہ ہم جماعتی وحدت کو بچانے کے لئے پوری سنجیدگی کے ساتھ کام کر رہے ہیں اور ہم چاہتے

ہیں کہ ہر قیمت پر جماعت کو دو ٹکڑے ہونے سے بچایا جائے۔

وزیر ثنا مولانا زاہد الراشدی نے مجلس مشاورتی کمیٹی کے قیام کا خیر مقدم کرتے ہوئے تجویز پیش کی ہے کہ مولانا غلام ربانی کمیٹی کے بزرگ ترین ممبر کی حیثیت سے کمیٹی کا اجلاس جب کریں تاکہ جماعتی لائحہ عمل کے لئے متفقہ دستور کی تیاری کا کام شروع کیا جا سکے۔

امیر مرکزیہ لندن کے دورہ پر

مولانا محمد شریف قائم مقام امیر ہوں گے

امیر مرکزیہ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی جمعیت علماء مرکزیہ کے سربراہ ڈاکٹر علامہ خالد محمود کی دعوت پر تین ہفتہ کے لئے لندن جا رہے ہیں۔ وہاں سے واپسی پر آپ حج بیت اللہ شریف ادا کریں گے اور اس کے بعد وطن واپسی ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت الامیر مدظلہ کے بیرونی ممالک کے سفر کے دوران نائب امیر اول مولانا محمد شریف وٹو نظام العلماء پاکستان کے قائم مقام امیر کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیں گے۔ گذشتہ دنوں امیر مرکزیہ مولانا درخواستی نے ہری پور ایبٹ آباد۔ بفہ۔ حضرو۔ پشاور۔ دینہ۔ جہلم۔ گوجرانوالہ۔ مظفر گڑھ اور دیگر مقامات پر جماعتی کارکنوں کے اجتماعات اور تبلیغی جلسوں سے خطاب کیا اور جماعتی احباب کو تلقین کی کہ وہ جماعتی مقاصد کے لئے جدوجہد جاری رکھیں۔ حضرت درخواستی نے بفہ ہزارہ میں حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کی وفات پر ان کے بھائی مولانا نصیر محمد خان سے تعزیت بھی کی اور مولانا مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی۔

حضرت درخواستی مدظلہ نے جھاوریاں میں حضرت مولانا مولا بخش مرحوم کی وفات پر ان کے اعزا و تلامذہ سے تعزیت کی اور جماعتی احباب سے ملاقات کی اور فیصل آباد میں مولانا سعید الرحمن انوری کے فرزند کی وفات پر مولانا انوری سے تعزیت کی اور دعا کی۔ نظام العلماء کے مرکزی مبلغ مولانا منظور الحق پورے دورہ میں حضرت الامیر کے ہمراہ رہے۔

انجمن شہریان دینہ کا قیام

ٹاؤن کمیٹی دینہ کی تمام وارڈوں کا نمائندہ اجلاس رہائش گاہ چوہدری فضل الٰہی تاجپوری تلاوت کلام پاک سے شروع ہوا۔ اجلاس میں کافی غور اور بحث و تمحیص کے بعد ایک غیر سیاسی انجمن قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جو کہ شہری مسائل کے حل کے لئے کوشش کرے گی اور شہریوں کے حقوق کے لئے سرگرم عمل رہے گی۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل عہدیدار منتخب ہوئے:

صدر	چوہدری فضل الٰہی تاجپوری
نائب صدر اول	ڈاکٹر محمد شاہ جعفری ایم بی بی ایس
نائب صدر دوم	ریٹائرڈ کپتان منظور عالم
جنرل سیکرٹری	میاں محمد اکبر
جوائنٹ "	عاشق علی چوہان
سیکرٹری نشر و اشاعت	حافظ محمد رفیق
خازن	محمد فاضل ڈار

دعائے صحت کی اپیل

بندہ عرصہ سے جسمانی تکلیف میں مبتلا ہے۔ قارئین ترجمان اسلام اور اکابر سے استدعا ہے کہ بندہ کی صحت کے لئے دعا فرما دیں۔

عبدالرحمن جامی النقشبندی

فیصل آباد کنونشن

بعد از نماز عصر نظام العلماء ضلع فیصل آباد کے زیر اہتمام کارکنان نظام العلماء ضلع فیصل آباد کا ایک عظیم الشان کنونشن منعقد ہوا۔ اس کنونشن کی صدارت حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب انوری نے فرمائی۔ کنونشن سے نظام العلماء صوبہ پنجاب کے امیر حضرت مولانا غلام ربانی صاحب امیر ضلع حافظ لعل دین صاحب مولانا رشید احمد لدھیانوی صاحب اور قائم مقامی ناظم عمومی ضلع فیصل آباد شیخ عبدالسلام ثانی نے خطاب کیا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد حافظ لعل دین صاحب امیر ضلع نے اپنے مختصر خطاب میں حضرت مولانا غلام ربانی صاحب کو پیرانہ سالی کے باوجود صوبہ کا دورہ کرنے اور کارکنوں سے رابطہ رکھنے پر مبارکباد دی اور ضلع بھر کے کارکنوں اور رہنماؤں کی طرف سے اکابر کے مشن کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔ حضرت الامیر مولانا محمد عبداللہ درخواستی صاحب اور ناظم عمومی نظام العلماء پاکستان حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب اور دیگر اکابر کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔

اس کے بعد مولانا رشید احمد لدھیانوی نے اپنے خطاب میں فیصل آباد کے کارکنوں کو متحد و متفق ہو کر اکابر کے مشن کو پورا کرنے کی تلقین کی۔

اس کے بعد ضلعی ناظم عمومی نے حضرت مولانا غلام ربانی صاحب کا تفصیلی تعارف کراتے ہوئے ضلع بھر کے راہنماؤں اور کارکنوں کی طرف سے حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی صاحب حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب کی قیادت پر مکمل اعتماد کا یقین دلایا اور اسلاف کے جاری کردہ مشن کو ہر قسم کی قربانی دے کر جاری رکھنے اور پایہ تکمیل تک پہنچانے کے عزم کا اظہار کیا۔ آخر میں صوبہ پنجاب کے امیر حضرت مولانا غلام ربانی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ ہر مسلمان کا مذہبی اور اخلاقی فرض ہے کہ برائی کے

جمعیتہ طلبہ اسلام صوبہ پنجاب کی مجلس عاملہ کالعدم قرار دیدی گئی

میاں ریاض شاہد کو پنجاب جمعیتہ کا کنوینر مقرر کر دیا گیا۔

یکم۔ دو اور تین اکتوبر کو گوجرانوالہ میں صوبائی تربیتی اجتماع منعقد ہو گا

۱۱ستمبر سے مرکزی اور صوبائی راہنما صوبہ پنجاب کا تفصیلی دورہ کریں گے۔

بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر جمعیتہ طلبہ اسلام صوبہ پنجاب کی تنظیم توڑ دی گئی ہے اور از سرِ نو کام کے لئے ایک کنوینئنگ کمیٹی تشکیل دی گئی ہے اس کمیٹی کے سربراہ جناب میاں ریاض شاہد ہوں گے۔ اس سلسلہ میں جمعیتہ طلبہ اسلام پاکستان کے مرکزی صدر جناب ندیم اقبال اعوان کی طرف سے جو بیان جاری کیا گیا اس کا مکمل متن درج ذیل ہے:۔

"جمعیتہ طلبہ اسلام صوبہ پنجاب کی مجلس عاملہ میں بڑھتے ہوئے اختلافات، انتشار اور باہمی عدم تعاون کی بناء پر میں دستور کی دفعہ ۲۱، ذیلی دفعہ ۸ کے تحت پنجاب جمعیتہ کی مجلس عاملہ کو کالعدم قرار دیتا ہوں اور آئندہ از سرِ نو انتخاب کروانے کے لئے جناب میاں ریاض شاہد کو تنظیمی کمیٹی کا صدر نامزد کرتا ہوں۔ ان کے ہمراہ درج ذیل افراد ہوں گے۔ جناب ظفر یسین بٹ۔ جناب حافظ محمد رفیق۔ مزید دو ساتھیوں کا چناؤ کنوینر کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہ حضرات تنظیمی کمیٹی کے صدر کی ہدایات اور مشورے سے کام کریں گے۔" اور فی الفور صوبہ پنجاب کا دورہ کرنے کے بعد مناسب وقت پر مرکز کی زیرِ نگرانی نئے انتخاب کی تاریخ مقرر کریں گے۔

دستخط ندیم اقبال اعوان
صدر جمعیتہ طلبہ اسلام پاکستان

میاں ریاض شاہد کا پیغام

جمعیتہ طلبہ اسلام صوبہ پنجاب کے کنوینر جناب میاں ریاض شاہد نے اپنے ایک پیغام میں تمام ساتھیوں سے کہا ہے کہ وہ نہایت دلجمعی سے کام کریں۔ انہوں نے تنظیمی ساتھیوں سے اپیل کی ہے کہ یکم۔ ۲۔ اور ۳ اکتوبر کو ہونے والے صوبائی تربیتی اجتماع کو کامیاب بنانے کے لئے پوری تندی اور محنت سے کام کریں۔ انہوں نے ایک پیغام میں کہا ہے کہ میں خود بہت جلد صوبہ پنجاب کا تفصیلی دورہ کر کے تنظیمی صورت حالات سے آگاہی حاصل کروں گا۔

تنظیمی دورے:

درج ذیل پروگرام کے تحت جمعیتہ طلبہ اسلام پاکستان کے مرکزی اور صوبائی راہنما صوبہ پنجاب کا تفصیلی دورہ کریں گے۔

رحیم یار خان	۱۱-۱۲ ستمبر	خالد محمود ڈوگر، ظفر یسین بٹ، ذوالفقار بھٹی، عبیداللہ محمود
بہاولپور	۱۳-۱۴ "	
بہاولنگر	۱۵-۱۶ "	
سرگودھا	۱۴-۱۵ ستمبر	جناب ندیم اقبال یا ظہیر میر + میاں ریاض شاہد + حافظ محمد رفیق
فیصل آباد	۱۶ "	
جھنگ	۱۷ "	
ساہیوال	۲۴ ستمبر	محمد افضل، شاہد ریاض، خضر حیات
سیالکوٹ	۲۶ "	
گجرات	۲۴ "	میاں ریاض شاہد، ظفر یسین بٹ، خالد محمود ڈوگر
جہلم	۲۵ "	
گوجرانوالہ	۲۶ "	
قصور	۲۴ "	عبداللطیف عثمانی
شیخوپورہ	۲۵ "	

ھنگو

ہنگو کا ہفت روزہ جمعیتہ طلبہ اسلام: اجلاس زیرِ صدارت جناب عنایت الرحمٰن فاروقی قائم مقام صدر جمعیتہ طلبہ اسلام ہنگو منعقد ہوا۔ اجلاس سے مولانا نیاز محمد قریشی نے خطاب کرتے ہوئے طلبہ کو محنت، لگن اور خلوص سے رضائے الٰہی کے لئے علماء حق کی اقتداء میں کام کرنے کی تلقین کی۔ قائم مقام صدر جناب عنایت الرحمٰن فاروقی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جمعیتہ طلبہ اسلام ہی وہ واحد ملک گیر تنظیم ہے جس نے مختصر عرصہ میں ملک میں اسلامی نظام تعلیم کے لئے مثبت کام کیا ہے۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ اگر جمعیتہ کے ساتھیوں نے اپنی کوششوں کو خلوص سے جاری رکھا تو بہت جلد اپنی منزل کو پانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ڈیرہ اسمٰعیل خان

جمعیۃ طلبہ اسلام ڈیرہ اسمٰعیل خان کا ایک اجلاس زیر صدارت جناب احمد جان خان خواجکزئی منعقد ہوا۔ اجلاس سے جناب حامد علی رحمانی نے ناظم نشر و اشاعت نے خطاب کرتے ہوئے طلبہ پر واضح کیا کہ جمعیۃ طلبہ اسلام ایسی تنظیم ہے جس نے ہر موقع پر قربانی دینے سے کبھی گریز نہیں کیا اور کہا کہ یہ وہ واحد تنظیم ہے جو خلوص کے ساتھ اسلامی نظام تعلیم کے لئے کوشاں ہے۔

اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے جناب احمد جان خواجکزئی نے کہا کہ جماعتی اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے جمعیۃ کے مشن کو آگے بڑھائیں۔ انہوں نے شہداء بالاکوٹ اور دیگر اکابر کی قربانیوں کا ذکر کیا اور کہا کہ ہمیں اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے۔

عزم نو

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کا ماہنامہ ٹریکٹ "عزم نو" شائع ہو گیا ہے تمام خریداروں کو یہ پرچہ مفت بھیجا گیا ہے جن ساتھیوں کو ابھی تک پرچہ نہ ملا ہو وہ مرکزی دفتر سے رابطہ کریں۔ آئندہ عزم نو میں خبریں۔ رپورٹیں اور تنظیم کی دوسری کاروائیاں مرکزی دفتر کے پتہ پر بھیجیئے تاکہ مناسب موقع پر شائع کی جا سکیں۔ ساتھیوں سے التماس ہے کہ وہ عزم نو کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے اپنے قیمتی مشوروں سے بھی نوازیں۔

جمعیۃ طلباء اسلام

ضلع مردان کے زیر اہتمام

عظیم الشان

اسلامی نظام تعلیم

کنونشن

مورخہ ۲۷-۲۸ ستمبر

بمقام مردان

منجانب: شعبہ نشر و اشاعت

جمعیۃ طلباء اسلام مردان

بقیہ شہر شہر سے

خلاف حتی المقدور جہاد کرے۔ حق کے راستے میں اہل حق پر مصائب تو آتے ہی ہیں۔ ہمیں اللہ کی راہ میں آنے والی مشکلات کا سامنا صبر و استقامت سے کرنا چاہئے کیونکہ آقائے دو جہاں خاتم الانبیاء احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مصائب پر ثابت قدم رہ کر صبر کرو۔

اگر ہم نے دین کی خدمت چھوڑ دی تو اللہ ہمارا محتاج نہیں۔ اللہ تبارک تعالےٰ جس سے چاہے دین کا کام لے لے گا مگر ہمارا کیا بنے گا۔ آخرت میں ہم کیا منہ لے کر اللہ کے حضور حاضر ہوں گے۔ اگر ہم اللہ تبارک و تعالےٰ کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی سے کام لیں گے تو وہ بھی ہمیں فراموش کر دیں گے کیونکہ اس کی ذات باصفات بے نیاز ہے ہم اسے یاد کریں گے وہ ہمیں یاد کرے گا۔ وہ کسی کا محتاج نہیں وہ ہر شئے پر قادر ہے۔ اسلام کی سربلندی کے لئے کسی قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ اس راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دینا چاہیئے۔ اب وقت آگیا ہے کہ لادین قوتوں کے خلاف متحد و منظم ہو کر ان کے مقابلے کے لئے ہم ہر وقت تیار رہیں اور نفاذ شریعت کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دیں یہی صراطِ مستقیم ہے۔ یہی اسلاف کا مشن اور یہی ہماری منزلِ حیات ہے۔ اس لئے ہمیں نفس کی اصلاح کے لئے ہمہ تن مصروف رہنا چاہیئے۔ نماز کی پابندی حلال کی کمائی مخلوق کی بھلائی ظلم کے خلاف آوازِ حق کا جذبہ پیدا کرنا چاہیئے۔ اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہوگا۔

کارکنوں کے خطاب کے علاوہ حضرت امیر پنجاب حضرت مولانا غلام ربانی اور امیر ضلع مولانا حافظ لعل دین صاحب نے جامع مسجد دھوبی گھاٹ میں درس قرآن پاک دیا۔

اور ۱۷ اگست کو بعد نماز عشاء نظام العلماء حلقہ غلام محمد آباد کے اہتمام پر غلام محمد آباد میں جامع مسجد محمدی میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے عوام کو اسلام کے عادلانہ نظام کے مکمل نفاذ تک جدوجہد کرنے کی تلقین کی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اسلام کے نظام کے نفاذ کے لئے افسر شاہی پر کڑی نظر رکھے اور انتظامی اور قانون نافذ کرنے والی مشینری میں اسلام و ملک دشمن کالی بھیڑوں کو اسلام کو بدنام کرنے کا موقع نہ دے۔ عوام اور ملک و قوم کے تمام مسائل کا واحد حل اسلام کے عادلانہ نظام میں ہی مضمر ہے۔ آپ نے کہا کہ اب ملک میں اسلام دشمن کمیونسٹ عناصر کو کھل کھیلنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ آپ نے کہا کہ یہ ملک جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقدس نام پر لیا گیا تھا۔ اب اس ملک کے تحفظ اور بقا کا انحصار بھی ختم نبوت اور ناموس صحابہؓ کے تحفظ اور اسلام کے ابدی سنہری اصولوں پر عمل پیرا ہونے پر موقوف ہے۔ درس قرآن اور خطاب عام کے علاوہ اکابرین اہم شخصیتوں سے بھی ملاقاتیں کیں اور ملک کی موجودہ صورت حال پر تبادلۂ خیال کیا۔

ان پروگراموں کے ساتھ ضلع فیصل آباد کا تنظیمی و رابطہ مہم کا یہ دورہ نہایت کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

ترجمان اسلام میں
اشتہارات
دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ (ادارہ)

ایک عظیم تعلیمی و تربیتی سعادت

داخلہ

جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں

● دینی مدارس کے فارغ التحصیل حضرات کیلئے

کلیۃ الدعوہ واصول الدین کے آخری امتحان میں کامیابی کے بعد مدینہ یونیورسٹی اور حرمین و سعودیہ کے دوسرے جامعات میں داخلہ کا امکان

● میٹرک و مڈل پاس طلبہ کیلئے

ابتدائی ۶ برس (متوسط اور ثانویہ) کی تکمیل ۳ تا ۴ برس میں — اور کلیۃ الدعوہ واصول الدین کی تکمیل کے ساتھ ساتھ ایف اے کے امتحان کا اہتمام

● پرائمری پاس طلبہ کیلئے

دس برس میں، مذکورہ تینوں سعادتیں ۱۔ تکمیل تعلیم دین ۲۔ مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ — اور ۳۔ میٹرک تک کے امتحان کا امکان

اور یہ سب کچھ

ہر قسم کے فرقہ وارانہ اور جماعتی چپقلشوں اور تعصبات سے کاملاً مجتنب رہ کر وحدتِ امت کے تصور اور ائمہ حدیث و فقہ کے اسلوب کے مطابق تعلیم و تربیت کے ماحول میں ——— خود تشریف لائیے یا فوراً درخواست بھیجئے۔ داخلہ کیلئے سرپرست کا ہمراہ آنا ضروری ہے۔

تعلیم ۱۰ شوال المکرم سے شروع

ادارہ تعلیمات اسلامیہ سرگودھا روڈ فیصل آباد

پوسٹر
خوش آمدید

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کی طرف سے پوسٹر "خوش آمدید" بڑے خوبصورت انداز میں شائع کیا گیا ہے۔

قیمت فی سینکڑہ /-

منگانے کا پتہ: مرکزی دفتر جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان، ۴۔ بی، شاہ عالم مارکیٹ لاہور

اپنے آرڈر جلد بک کروا لیجئے ورنہ اشتہارات محدود ہونے کی وجہ سے آپ کہیں محروم نہ رہ جائیں۔

حدیث نبویؐ

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدائے عزوجل اس امت کے لئے ہر صدی پر ایک شخص [illegible]

[illegible]

ابوداؤد